طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے، اس حصے میں حضرت انسؓ بن مالک نے ۴۰ احادیث نقل کی ہیں۔ (۱۴)

معمولات طہارت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے بہت دور تشریف لے جاتے، حاجت سے فراغت کے بعد (کم از کم تین) ڈھیلے استعمال کرتے تھے، قضائے حاجت سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے۔ الحمد لله الذی اذهب عنی الاذیٰ وعافانی تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور مجھے عافیت عطا کی) اور فراغت کے بعد فرماتے غفرانک (اے اللہ اگر کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرما) آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا میں جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار کر باہر رکھ دیتے، نیز یہ کہ جب تک آپ کا جسم مبارک زمین کے قریب نہ ہو جاتا اپنا تہ بند نہ کھولتے۔ آپ ﷺ وضو کے لئے دو مد پانی اور غسل کے لئے ایک صاع (تقریباً ۴ لیٹر) پانی سے ۵ مد (پانچ لیٹر) تک پانی استعمال کرتے تھے۔ آپ ﷺ وضو کرتے تو اپنی داڑھی میں خلال کرتے اور اپنی انگلیوں میں بھی خلال کرتے، آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے، اور وضو سے فراغت کے بعد وضو کی دعا (دوسرا کلمہ) پڑھتے، اور وضو میں مسواک ضرور استعمال فرماتے، حضرت انسؓ نے اس طرح کی بہت سے باتیں بیان کی ہیں۔ (۱۵)

بے مثال معلم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے بے مثال معلم بھی تھے، ایک مرتبہ جب ایک بدو نے بے سمجھی سے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگوں نے اس بدو کو سزا دینا چاہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام کو اس سے منع کیا، بلکہ اسے اطمینان سے قضائے حاجت کرنے کی اجازت دی۔ اس کے بعد اس پر پانی کا ایک ڈول ڈلوا دیا، اور خود اس اعرابی کو آدب مسجد سے آگاہ فرمایا جس سے اسے نصیحت مل گئی۔ (۱۶)

۳۔ نماز سے متعلق معمولات:

حضرت انسؓ بن مالک کی مسند میں نماز کا باب بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے، ان روایات کے مطالعے سے حضرت انسؓ بن مالک کے مطالعے کی گہرائی اور ان کی معاملہ فہمی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ (۱۷)

نماز سے محبت:

نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبوب تھی، حتی کہ آپ ﷺ کی زبان پر اپنی حیات مبارکہ

کے آخری لمحوں میں بھی نماز اور غلاموں کا خیال رکھنے کے الفاظ جاری تھے۔(۱۸) آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔(۱۹) جب شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو دو دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو نماز پڑھائی، جس میں نماز کے اوقات اور طریقہ نماز کی بھی تعلیم دے دی گئی۔(۲۰)

عام طور پر حکم یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہ کی جائے اور نماز خاموشی اور مکمل سکون کے ساتھ ادا کی جائے، خود حضرت انسؓ بن مالک بھی اسی کے قائل تھے۔(۲۱) تاہم انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اشارے سے کوئی بات کرلیا کرتے تھے۔(۲۲) غالباً یہ ابتدائی زمانے کی بات ہے، اس لئے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں لوگوں کو نماز میں آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے سے سختی سے منع کر دیا تھا اور یہاں تک فرمایا تھا کہ یا تو لوگ اس سے باز آجائیں، ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔(۲۳)

نماز حالت بشاشت میں ادا کرنی چاهئے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نماز کا بہت اہتمام فرماتے تھے، اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی اسی کی تاکید فرماتے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد میں گزر ہوا تو آپ نے دیکھا کہ مسجد کے دونوں ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسی حضرت زینبؓ (بنت جحش) نے باندھ رکھی ہے، جب انہیں نیند آنے لگتی ہے تو وہ اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں، فرمایا اسے کھول دو تم میں سے ہر شخص بشاشت (تازگی) کی حالت میں نماز پڑھے، اور جب اس پر نیند طاری ہونے لگے تو اسے چاہئے کہ وہ لیٹ جائے (اور اپنے جسم پر خوامخواہ سختی نہ کرے)۔(۲۴)

مسجد نبوی کی تعمیر:

مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، مسلمان جب بھی کسی علاقے میں جاتا ہے تو سب سے پہلے اللہ کا گھر بناتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے مسجد قبا اور پھر مسجد نبوی تعمیر فرمائی، جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو حضرت انس دس سالہ بچے تھے، لیکن انہیں اچھی طرح یاد تھا کہ یہ مسجد بنونجار کے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر تعمیر کی تھی۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے، اور سب لوگ بیک آواز ہو کر یہ رجزیہ نظم پڑھ رہے تھے۔

اللھم لاخیر الاخیر الآخرۃ فاغفر الانصار والمھاجرۃ (۲۵)

اے اللہ اصل بھلائی تو آخرت کی بھلائی ہے، تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

تاہم بہت سے لوگ آداب مسجد سے واقف نہ تھے، اس لئے عجیب وغریب واقعات رونما ہوتے رہتے تھے، اوپر گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدو نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا، اسی طرح ایک اور موقع پر کسی شخص نے قبلے کی طرف مسجد کی دیوار پر تھوک دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر سخت خفا ہوئے اور لوگوں کو اس سے منع کیا، البتہ یہ اجازت دی کہ یا تو وہ اپنی بائیں طرف تھوکیں یا اپنے پاؤں کے نیچے، یا پھر اپنے کپڑے میں لے کر اسے مسل دیں۔ (۲۶) ایک اور موقع پر آپ نے مسجد میں قبلے کی سمت کسی کا کھنگار لگا دیکھا، تو اسے اپنے ہاتھ سے صاف کر دیا۔ (۲۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت انس کے خاندان سے خصوصی تعلق تھا، اسی لئے آپ گاہے بگاہے حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ سے ملنے کے لیے ان کے ہاں تشریف لے جاتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو ایک چٹائی پر پانی کے چھینٹے مار دیئے جاتے، اور آپ اس پر نماز ادا فرما لیتے۔ (۲۸) پرانی اور بوسیدہ ہونے کی بنا پر اس چٹائی کی رنگت بدل گئی تھی، لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے اس پر نماز ادا فرمائی۔ (۲۹)

تحویل قبله:

حضرت انسؓ تحویل قبلہ کے بھی عینی شاہد تھے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف کئی ماہ (سولہ یا سترہ) تک منہ کر کے نماز ادا فرمائی، پھر ایک روز آپ ﷺ (بنوسلیم کی مسجد میں) نماز ظہر ادا فرما رہے تھے، ابھی دو رکعات ہی پڑھی تھیں کہ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا، چنانچہ آپ ﷺ نے نماز کی حالت ہی میں اپنا رخ تبدیل فرما لیا۔ (۳۰)

شریعت اسلامیہ نے دوران سفر میں ادا کی جانے والی نفل نمازوں میں قبلہ رو ہونے کی شرط ساقط کر دی ہے، اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر اپنی سواری پر سوار ہو کر، قبلہ رو ہو کر نماز کی تکبیر کہتے اور پھر سواری جدھر چاہے چلتی رہتی آپ بدستور نماز جاری رکھتے۔ (۳۱)

أوقات نماز:

نمازوں کے اوقات بہت سے صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہیں حضرت انسؓ بھی ان میں شامل ہیں۔ ان کی روایت کردہ احادیث میں تمام نمازوں کے اوقات کا ذکر ملتا ہے۔ (۳۲)

اذان اور نماز کی اقامت شعائر (علامات) میں سے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی

ہوتے ان کا خصوصی اہتمام فرماتے، اور دوران جہاد وقتال آس پاس کے علاقے سے اذان اور اقامت کی آواز کان لگا کر سنتے، ایک مرتبہ ایک سفر میں تھے کہ آپ ﷺ نے سنا کہ کوئی شخص اذان دے رہا ہے، جب اس نے کہا **الله اکبر** تو آپ ﷺ نے فرمایا ''تو فطرت پر ہے'' پھر جب اس نے کہا، **اشھد ان لا الہ الا اللہ** تو فرمایا تو ''جہنم سے نجات پا گیا'' صحابہؓ نے مؤذن کو تلاش کیا تو دیکھا کہ ایک چرواہا تھا جو نماز کے لئے کھڑے ہوکر اذان دے رہا تھا۔(۳۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگوں میں یہ معمول تھا کہ آپ صبح کے وقت دشمن پر حملہ کرتے تھے اوران کی طرف سے اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ نہ فرماتے ورنہ حملہ فرما دیتے۔(۳۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ اذان میں تو ہر کلمہ دو دو بار کہیں، مگر اقامت میں **قد قامت الصلوٰۃ** کے علاوہ ہر کلمہ صرف ایک بار کہا جائے۔(۳۵)

فقہا کے ہاں یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ آیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نماز کا حصہ ہے یا نہیں، امام شافعیؒ وغیرہ نے اسے سورۂ فاتحہ کا حصہ قرار دیا ہے، لیکن حضرت انسؓ کی روایت ان کے خلاف حجت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کی ابتدا **الحمد للہ رب العالمین** سے کیا کرتے تھے۔(۳۶)

حضرت انسؓ کا مشاہدہ بہت گہرا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔(۳۷) مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے بازو اپنی بغل سے اتنا دور رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی واضح طور پر نظر آتی تھی، اسی بنا پر فقہاء سجدے کے دوران میں بازوں کو اپنی بغلوں کے ساتھ ملانے سے منع کیا ہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان جلسے میں اور رکوع کے بعد قومے میں آپ ﷺ اتنا وقفہ فرماتے کہ لوگ یہ کہتے کہ آپ (شاید) بھول گئے ہیں۔(۳۸)

نماز اور اس کے بعد کے معمولات:

آپ ﷺ نماز سے فراغت کے بعد بڑے خشوع وخضوع سے دعائیں مانگتے، حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع کی کئی دعائیں نقل کی ہیں۔(۳۹) ایک مرتبہ حضرت انسؓ کی والدہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ﷺ انہیں کچھ ایسے کلمات سکھائیں جو وہ اپنی نماز میں شامل کرلیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، دس مرتبہ **اللہ اکبر**، دس بار **سبحان الله**، دس مرتبہ

الحمد للہ پڑھیں اور پھر جو چاہیں مانگیں، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ (۴۰) خود آپ ﷺ کا اپنا معمول بھی، ہمیشہ ان کلمات کے پڑھنے کا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھتے تھے، اور اس پر آپ ﷺ ایک حج اور ایک عمرے کے برابر اجر وثواب بیان فرماتے۔ (۴۱) آپ ﷺ عام طور پر نماز میں اختصار کو پسند فرماتے تھے۔ (۴۲) حتیٰ کہ باجماعت نماز کے دوران میں بھی اگر آپ ﷺ کو کسی بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی تو نماز کو مختصر کر دیا کرتے تھے، اسی بات کی آپ ﷺ نے امت کو بھی ہدایت فرمائی، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ طویل نماز پڑھانے پر حضرت انس کو سخت الفاظ میں ڈانٹ ڈپٹ کی۔ (۴۴)

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری دیدار کا حال بھی بیان کیا ہے، جو انہوں نے وصال نبوی کے دن صبح کی نماز کے وقت کیا تھا، اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک مصحف قرآن کی طرح سفید ہو رہا تھا، اسی دن آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔ (۴۵)

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت سے واقعات بھی بیان کئے ہیں، مثال کے طور پر انہوں نے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک گھوڑے سے گر گئے تھے، جس سے آپ ﷺ کا دایاں پہلو چھل گیا تھا، اس پر آپ ﷺ نے صحابہؓ کو بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ (۴۶) ایک اور دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد صحابہ کرامؓ کو خطبہ دیا، اور فرمایا کہ میں نماز اور رکوع کی حالت میں اپنے پیچھے بھی ویسے ہی دیکھتا ہوں، جیسے کہ تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہو۔ (۴۷) اس کا اندازہ ایک اور واقعے سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے (رکوع کے بعد قومہ میں) یہ الفاظ کہے، الحمد لله حمداً کثیراً طیباً مبارکا فیه ''تمام حمد اللہ کے لئے ہے، بہت زیادہ، پاکیزہ اور برکت والی حمد''۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لینے کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ یہ کلمات تم میں سے کس نے کہے تھے؟ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میرا سانس پھول گیا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے تھے، فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس مقصد کے لئے دوڑ رہے تھے کہ ان میں سے کون ان کلمات کا ثواب لے کر اوپر چڑھے گا۔ (۴۸)

نماز میں قنوت (دعا) پڑھنے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے متعلق احادیث میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت انسؓ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب اور نماز فجر میں رکوع کے بعد دعائے قنوت (غالباً قنوت نازلہ) پڑھی۔ (۴۹) ایک دوسری روایت کے مطابق یہ

واقعہ اس وقت پیش آیا جب بنوسلیم نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چالیس یا ستر صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا تھا، آپ ﷺ نے ان کے خلاف قنوت نازلہ کا سلسلہ ایک ماہ تک جاری رکھا اور پھر بند کر دیا۔ (۵۰) حضرت انسؓ سے مروی ایک دوسری روایت کی رو سے قنوت رکوع سے پہلے قرأت سے فراغت کے بعد پڑھنی چاہئے ۔ دعائے قنوت پڑھنے کے ضمن میں رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد دونوں طرح کی روایات ملتی ہیں، اس لئے فقہائے کرامؒ نے دونوں طرح کے اقوال اختیار کئے ہیں۔

نماز جمعہ اور اس کے معمولات:

حضرت انسؓ نے جمعۃ المبارک کے معمولات کے متعلق بھی بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ سورج ڈھلتے ہی ادا فرماتے اور صحابہ کرام نماز جمعہ پڑھ کر دوپہر کا آرام (قیلولہ) فرماتے۔ (۵۱) ابتدائی ایام میں آپ ﷺ کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے، لیکن جب منبر تیار ہوگیا اور آپ ﷺ نے اس پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو کھجور کا یہ تنا فراق نبوی میں رونے لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ چپ ہوگیا، اس موقع پر ارشاد ہوا، اگر میں اسے اپنے سینے سے نہ لگاتا تو وہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس جان دار کو دفن کر دیا گیا تھا)۔ (۵۲)

نماز سفر کے معمولات:

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر اور نماز سفر کے متعلق بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں، ان کے مطابق ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دس یوم تک قیام کیا، اس دوران بدستور آپ ﷺ نے نماز قصر ادا فرمائی۔ (۵۳) آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں چار رکعات اور ذوالحلیفہ (بیئر علی) میں دو رکعات ادا فرماتے تھے۔ (۵۴) اسی سے فقہا نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ مسافر اپنے شہر سے باہر نکل جائے تو اسے نماز قصر پڑھنی چاہئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ کا سفر طے کر لیتے تھے تو آپ ﷺ نماز قصر شروع کر دیتے تھے، اور چونکہ آپ حرم مکہ میں مسافر ہوتے تھے، اسی لئے منی میں بھی دو رکعات ادا فرماتے۔ (۵۵) سفر میں آپ کا معمول تھا کہ جب آپ نے فاصلہ جلدی طے کرنا ہوتا، یا آپ ﷺ کو سفر کی جلدی ہوتی تو آپ نماز ظہر کو نماز عصر کے ابتدائی وقت تک مؤخر فرما دیتے اور پھر دونوں نمازیں اکٹھی ادا فرماتے،

نماز مغرب اور عشاء کے متعلق بھی یہی معمول تھا۔(۵۶)فقہا نے اسے جمع صوری قرار دیا ہے۔

نماز عیدین کے معمولات:

عید کے معنی لوٹ کر آنے والی خوشی یا قومی تہوار کے ہیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ سال میں دو جشن مناتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کی جگہ ان سے بہتر دو تہوار عطا فرمادیئے ہیں، یعنی افطار اور قربانی کے دن کے تہوار۔(۵۷)

ان دونوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات بھی ایک دوسرے سے قدرے مختلف تھے، عیدالفطر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے روانہ ہوتے تو نماز سے قبل کچھ کھجوریں کھا کر نماز عید کے لئے تشریف لے جاتے (عیدالاضحیٰ کا معمول مختلف تھا)۔

کفن و دفن سے متعلق معمولات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ہمیں زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ہدایات ملتی ہیں، ان میں سے ایک شعبہ میت کے کفن و دفن کا بھی ہے۔اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا اسوۂ مبارک یہ تھا کہ ایسے موقع پر صبر و شکیب اور ضبط و تحمل کا مظاہرہ کیا جائے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی عورت کے قریب سے ہوا جو ایک قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا اے عورت اللہ سے ڈر اور صبر کر، اس عورت نے سخت لہجے میں آپ سے گفتگو کی اور کہا مجھ سے دور رہئے، اس لئے کہ تجھے میرے جیسا کوئی صدمہ نہیں پہنچا، وہ عورت آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی، آپ جب وہاں سے چلے گئے تو اسے بتایا گیا کہ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اس پر وہ آپ کے ہاں معذرت کرنے کے لئے آئی اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔(اس لئے گستاخی ہوگئی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''صبر وہ ہے جو صدمے کی ابتدائی گھڑیوں میں کیا جائے''۔(۵۸) خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بھی یہی حال تھا کہ آپ نے اپنے کئی بیٹوں اور کئی بیٹیوں کو دفنایا، حضرت ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا قصہ حضرت انسؓ نے بڑی بڑی تفصیل سے راویت کیا ہے، جس شب حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ہوئی، اسی شب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا میرے ہاں

گزشتہ شب ایک لڑکا پیدا ہوا ہے، میں نے اس کا نام ابراہیمؑ رکھا ہے، پھر آپ ﷺ نے انہیں دودھ پلانے کے لئے ام سیف کے سپرد کر دیا جو کہ ایک لوہار کی بیوی تھی، جن کا نام ابوسیف تھا۔(۵۹) حضرت ابراہیمؑ ابھی چند ماہ کے تھے کہ بیمار پڑے اور فوت ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسیف کے گھر میں تشریف لے گئے، جو آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کے رضاعی والد تھے، اور اس کے گھر میں جا کر اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کو اپنی گود میں لے لیا، اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی آخری سانس جاری تھے، (ان پر نزع کا وقت طاری تھا) آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم کو چومنا اور انہیں سونگھنا شروع کر دیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد ہم لوگ بھی اندر چلے گئے، اس وقت حضرت ابراہیمؑ آخری سانس لے رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی (روتے ہیں؟) فرمایا اے عوف کے بیٹے! رحمت ہے، پھر ایک آنسو گرا تو ارشاد ہوا آنکھ رو رہی ہے، اور دل غم زدہ ہے، مگر ہم وہی کچھ کہتے ہیں جس پر ہمارا پروردگار راضی ہے، اور اے ابراہیمؑ ہم تیرے بچھڑنے پر غم زدہ ہیں۔(۶۰)

حضرت ابراہیمؑ کو جب کفن دیا جانے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میں نہ دیکھ لوں، اسے کفن نہ دینا، چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس گئے، ان پر جھکے اور روئے اور پھر اس پھول کو کفن میں لپیٹا گیا۔(۶۱) اسی باب میں حضرت انسؓ بن مالک نے اپنے ایک سوتیلے بھائی حضرت عبداللہ کی ولادت کے متعلق کئی روایات نقل کی ہیں، جن سے سیرت طیبہ کے ضمن میں اس معمول مبارک کا پتہ چلتا ہے کہ اہل مدینہ چھوٹے بچوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے اور آپ ﷺ انہیں تحنیک (گھٹی) دیا کرتے تھے۔(۶۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول بھی تھا کہ آپ ﷺ اپنے متعلقین کی بیماری کی اطلاع ملنے پر ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر جاتے تھے، ایک بار ایک نوجوان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو پوچھا، اے نوجوان تم کیا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی لگتا ہے، ارشاد ہوا کہ جس مسلمان کے دل میں یہ دونوں باتیں جمع ہو جائیں، اسے حق تعالیٰ اس کی امید کے مطابق (بخشش و رحمت) عطا کرتا ہے اور جس بات سے اسے خوف ہوتا ہے اس سے امن عطا فرماتا ہے۔(۶۳) حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غزوۂ حنین کی ایک مفصل روایت نقل کی ہے، جس کا خلاصہ یہ جملہ ہے کہ فرمایا نبی کے لئے اشارہ کرنا

مناسب نہیں ہے۔ (۶۴) مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ دشمن کے ساتھ بھی دھوکہ کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔

حضرت انسؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے، انہوں نے بتایا ہے کہ بعثت کے وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں میں آپ نے دس دس سال گزارے، اور ۶۰ سال کی عمر میں وصال کیا۔ (۶۵) جب کہ جمہورؒ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں قیام کا زمانہ تیرہ سال تھا اور وصال کے وقت عمر مبارک ۶۳ برس تھی، حضرت انس نے جنازے کے متعلق نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ یہ حضرات جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ (۶۶)

نماز جنازہ کے ضمن میں حضرت انسؓ کی سب سے اہم وہ روایت ہے، جس میں حضرت انسؓ نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ اور دوسرے شہداؓ کے جنازے کا حال بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے دن حضرت حمزہؓ کے جنازے کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ وہاں آکر کھڑے ہوگئے، حضرت حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا (حلیہ بگاڑ دیا گیا تھا) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر صفیہؓ (حضرت حمزہؓ کی بہن، آپ ﷺ کی پھوپھی) اپنے دل میں محسوس نہ کرتیں تو میں حضرت حمزہؓ کے جسم مبارک کو یونہی پڑا رہنے دیتا، تاکہ حشرات اسے کھالیتے اور وہ قیامت کے دن انہی کے پیٹ سے اپنے رب کے حضور پہنچتے۔

استسقا سے متعلق معمولات:

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقا کے لئے کبھی مستقل نماز ادا نہیں فرمائی، بلکہ آپ ﷺ عام طور پر نماز جمعہ میں بارش کی دعا مانگا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور اس نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہمارے چوپائے ہلاک ہوگئے ہیں، اور ہماری فصلیں برباد ہوگئی ہیں، آپ ﷺ مہربانی فرما کر باران رحمت کے لئے دعا فرمائیے، آپ ﷺ نے خطبۂ جمعہ کے دوران کھڑے کھڑے دعا مانگی، اس وقت آسمان شیشے کی طرح صاف تھا مگر دعا مانگتے ہی ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم پانی میں چل کر اپنے اپنے گھروں میں واپس گئے۔ باران رحمت کا یہ سلسلہ پورے ہفتے جاری رہا، اگلے جمعۃ المبارک کو خطبے کے دوران میں وہی شخص یا کوئی اور شخص اٹھا اور اس نے کہا، یارسول اللہ ہمارے مکانات گر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مزید بارش کا سلسلہ رک جائے، اس پر آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا اے اللہ مدینہ ہمارے آس پاس برسے مگر ہم پر نہ برسے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بادلوں کی طرف دیکھا تو وہ مدینے کے آس پاس سے اس طرح چھٹ گئے جیسے گویا مدینہ روشن تاج ہو۔ (۶۷)

دعائے استسقا میں آپ ﷺ اتنے اونچے ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کا سیدھا حصہ زمین کی طرف اور الٹا حصہ آسمان کی طرف کر کے دعا مانگتے تھے۔ (۶۸)

قرأت اور نوافل کے معمولات:

نماز میں مسنون قرأت کا مسئلہ بھی بڑا دلچسپ ہے، حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف نمازوں میں قرأت کی جو تفصیل روایت کی ہے، اس کی رو سے آپ ﷺ نماز ظہر میں سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیہ، ظہر وعصر میں سورۃ المرسلات اور سورۃ النبا، نماز فجر میں سورۃ الواقعہ یا اس جیسی سورۃ پڑھا کرتے تھے۔ (۶۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتی عمل کے ساتھ نفل نمازوں کی بھی امت کو تعلیم عطا فرمائی ہے، نفل کے معنی زائد یا اضافی عمل کے ہیں، یہ نمازیں بھی چونکہ فرائض کے علاوہ ہیں اس لئے نفل کہلاتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ (چاشت) کی نماز کے طور پر دو رکعت یا چھ رکعات، نماز تہجد میں (وتر سمیت) نو رکعت اور آخری ایام میں سات رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔ (۷۰)

الغرض حضرت انس کے ذریعے ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے متعلق ہر طرح کی معلومات ملتی ہیں۔

حضرت انسؓ ہی نے یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک حبشی جو مسجد کی صفائی کیا کرتا تھا، رات کے وقت انتقال کر گیا، لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی وفات سے آگاہ نہ کیا اور اسے دفن کر دیا، آپ ﷺ نے اگلے روز اس کی قبر پر جا کر دعا مانگی اور فرمایا یہ قبریں اندھیری جگہ ہیں ان پر میری دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں منور کر دیتا ہے۔ (۷۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ قبر بنانے کی ممانعت کی ہے، تاہم آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر پتھر رکھ کر نشان لگایا تھا۔ (۷۲) جس سے قبر پر نشان لگانے کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت ام کلثومؓ کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا، جس شخص نے گذشتہ رات اپنی بیوی سے مجامعت نہ کی ہو، وہ قبر میں اترے، اس پر ایک صحابیؓ آگے بڑھے، آپ ﷺ نے انہیں قبر میں اترنے کا حکم دیا اور انہوں نے حضرت ام کلثومؓ کے جسد

مبارک کو قبر میں اتارا، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ (۷۳)

اسی طرح حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا رونا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں تسلی دینا بھی روایت کیا ہے۔ (۷۴)

ایک مرتبہ آپ ﷺ بنونجار کی ایک بے آباد جگہ میں تشریف لے گئے، کچھ ہی دیر کے بعد آپ ﷺ وہاں سے واپس آئے، اور فرمایا، اگر مجھے یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن نہ کیا کرو گے، تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنوا دیتا، جو مجھے سنائی دیتا ہے۔ (۷۵)

حضرت انسؓ نے اس مضمون کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔ (۷۶)

۴۔ زکوٰۃ وصدقات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود صدقات تو نہ لیتے تھے لیکن ہدیہ قبول فرما لیتے تھے، حضرت انسؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی خادمہ حضرت بریرہؓ کو صدقے کا گوشت ملا، انہوں نے اس کو پکایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا اے بریرہؓ! کیا تم ہمیں اس میں شامل نہیں کرو گی، انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو صدقہ ہے، فرمایا وہ تیرے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (۷۷) جس سے اس مسئلے کا پتہ چلتا ہے کہ ملکیت بدل لنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

آنحضور ﷺ کی بے پایاں فیاضی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو دست سوال دراز کرنے کے بجائے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمانے کی ترغیب دیا کرتے تھے، اس ضمن میں حضرت انسؓ نے یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے ایک کمبل اور ایک پیالہ لا کر پیش کیا، آپ ﷺ نے اسے دو درہموں کے عوض فروخت کر دیا ایک درہم کے بدلے گھر کا سامان خریدنے کا حکم دیا، اور دوسرے درہم کے عوض اسے کلہاڑا خرید کر عطا کیا اور اس کے ساتھ اسے محنت کرنے کی ہدایات فرمائی۔ (۷۸) چنانچہ چند ہی دنوں میں اس کے حالات بدل گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عفو و درگذر کے بہت اونچے مقام پر فائز کر رکھا تھا، ایک مرتبہ ایک بدو جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نجرانی چادر کو زور سے کھینچ کر یہ کہا اے محمد ﷺ

مجھے اس مال میں سے دو، جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، آپ ﷺ اس کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر اسے مال دینے کا حکم دیا تھا، حالانکہ ان کی گستاخی اس کو سزا کا حق دار بنا رہی تھی۔(۷۹)

جنگ حنین کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تالیف قلوب کے لئے مکی نومسلموں کو زیادہ مال دیا تو بعض انصاری صحابہؓ نے اس پر اعتراض کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر انصار مدینہ کو خطبہ دیا اور فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں مال و دولت لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے ہمراہ لے جاؤ؟ اس پر انصار خوش ہو گئے۔(۸۰) اس سلسلے میں جنگ حنین کا پورا قصہ اور تالیف قلوب کے لئے دیئے جانے والے عطیات کی تفصیل بھی حضرت انسؓ نے بیان کی ہے۔(۸۱)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی صحابیؓ کو پہاڑوں کے درمیان بکھرا ہوا ریوڑ مرحمت فرمایا تو اس نے لوگوں کو جا کر کہا کہ اے لوگو! اسلام لے آؤ، اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنے بڑے عطیے دیتے ہیں کہ محتاجی کا اندیشہ نہیں رہتا۔(۸۲)

۵۔ حج وعمرہ:

حج اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی میں استطاعت ہونے کی صورت میں ایک مرتبہ فرض کیا ہے، اس میں دکھاوا وریا کاری بالکل نہیں ہونی چاہیے، خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے کپڑے اور ایک مخملی چادر کے ساتھ، جس کی قیمت چار درہموں کے برابر یا اس سے بھی کم تھی حج کیا اور پھر فرمایا اے اللہ یہ حج ہے، نہ دکھاوا ہے، اور نہ ہی سنوادا۔(۸۳)

حجة الوداع:

حضرت انسؓ نے ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا تھا، وہ اس موقع پر حضرت ابوطلحہؓ کے ساتھ ان کی اونٹنی پر سوار تھے، ان کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر عصر کی نماز کے وقت ذوالحلیفہ (بیئر علی) پہنچے اور دو رکعتیں ادا کیں، پھر وہیں رات بسر کی، اگلے روز سوار ہوئے، اللہ کی حمد کی اور تکبیر پڑھی، پھر آپ ﷺ نے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہا اور صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کے ہمراہ تلبیہ کہا، جب تمام لوگ مکہ مکرمہ آ گئے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ عمرہ کر کے احرام کھول دیں، پھر جب یوم الترویہ (۸/ذوالحجہ) ہوا تو لوگوں نے حج کا احرام

باندھا، اس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اونٹوں کی کھڑے ہونے کی حالت میں قربانی کی اور آپ ﷺ نے مدینے میں سانولے رنگ کے دو مینڈھے ذبح کیے۔ (۸۴) حجۃ الوداع میں خود آپ نے احرام اس لئے نہیں کھولا کہ آپ نے قران کی نیت کی تھی اور آپ ﷺ یہ نیت کرکے ہدی قربانی کے جانوروں کو آگے بھیج چکے تھے۔ (۸۵) اس سال حضرت علیؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے علاقے میں عامل بنا کر بھیجا تھا، وہ راستے میں آپ ﷺ کو ملے، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیا نیت کی ہے کیوں کہ تمہاری بیوی (حضرت فاطمہؓ) ہمارے ساتھ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے وہی نیت کی ہے جو آپ ﷺ کی ہے، فرمایا نہیں اس لئے کہ ہمارے ساتھ ہدی (قربانی) کے جانور ہیں۔ (۸٦)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قران کیا تھا، لیکن آپ نے حج میں تمتع کو پسند فرمایا، اسی سال جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے بال منڈوائے تو حضرت ابوطلحہؓ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے سر کے بال لیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ پھر آپ نے انہیں دوسرے لوگوں میں تقسیم فرمادیا۔ (۸۷)

حضرت انس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار عمروں کی تفصیل بھی بیان کی ہے، پہلا عمرہ آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے زمانے میں کیا، (جو نامکمل رہا) دوسرا عمرہ آئندہ سال ذوالقعدہ میں کیا، تیسرا عمرہ بھی (غالباً فتح مکہ کے بعد) ذوالقعدہ ہی میں جعرانہ سے کیا، اور چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔ (۸۸)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء (۷ ہجری) ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے چل رہے تھے، اور یہ شعر پڑھ رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ

الیوم نضربکم علی تنزیلہ

حضرت عمرؓ نے عبداللہؓ کو ٹوکا اور کہا، اے ابن رواحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حرم میں تم یہ شعر پڑھ رہے ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر انہیں کچھ نہ کہو، یہ شعر ان پر تیر کی نوک سے بھی زیادہ اثر کر رہے ہیں۔

ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت حضرت انس سے فرمایا کہ انس مجھے کھانے کے لئے کچھ لادو، میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت انسؓ نے ایک برتن میں کھجوریں اور دوسرے

میں پانی لاکر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو کوئی شخص ایسا ہو جو میرے ساتھ سحری کرے، وہ حضرت زیدؓ بن ثابت کو بلا لائے، حضرت زیدؓ آئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ابھی ابھی ستو پیئے ہیں اور میرا ارادہ روزہ رکھنے کا ہے، فرمایا میں بھی روزے کی نیت سے سحری کھا رہا ہوں، چنانچہ پھر دونوں نے سحری کھائی، اس وقت حضرت بلالؓ اذان دے چکے تھے، پھر آپ ﷺ نے نکل کر نماز پڑھائی۔(۸۹)

سحری و افطاری کے معمولات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرتے وقت تازہ کھجوریں تناول فرماتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ملتیں تو آپ ﷺ چھوہاروں سے روزہ افطار کرتے، اگر وہ بھی نہ ملتے تو پھر پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔(۹۰)

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند نظر نہ آنے کی بنا پر روزہ رکھ لیا، مگر دن چڑھے کچھ لوگوں نے آکر چاند دیکھنے کی شہادت دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ افطار کرلیں اور اگلے دن نماز عید کی ادائیگی کے لئے نکلیں۔(۹۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل روزے رکھتے تھے، مگر آپ نے صحابہ کرامؓ کو منع کیا اور فرمایا مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔(۹۲) آپ ﷺ کے ہمراہ رمضان المبارک میں روزے دار بھی سفر کرتے اور بغیر روزے والے بھی، مگر کوئی شخص دوسرے پر نکتہ چینی نہ کرتا۔(۹۳) آپ ﷺ مسلسل نفلی روزے رکھتے، یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھتے کہ آپ افطار نہیں کریں گے، اور پھر جب افطار کرتے، تو لوگ یہ خیال کرتے کہ اب آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے۔(۹۴) رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کا بھی معمول تھا، ایک سال اعتکاف نہ کیا تو آئندہ سال ۲۰ دنوں کا اعتکاف فرمایا۔(۹۵)

۷۔شادی بیاہ سے متعلق معمولات:

اسلام ایک اجتماعیت پسند مذہب ہے، اسی لئے اس میں نکاح کو زندگی کا ایک لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے، اسی بنا پر نبی اکرم ﷺ لوگوں کو تبتل یعنی تنہا زندگی گزارنے کے بجائے شادی شدہ زندگی اختیار کرنے کا حکم دیتے تھے اور تبتل سے سخت الفاظ میں منع فرماتے تھے۔(۹۶) اس سلسلے میں حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کردیا اور ان کی آزادی کو ہی ان کا

مہر قرار دیا۔ (۹۷) بہت سی مسلمان خواتین آپ سے نکاح کی خواہش رکھتی تھیں، لیکن آپ نے محدود تعداد میں نکاح فرمائے، ایک مرتبہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آکر عرض کیا، یارسول اللہ کیا میں آپ کے کوئی کام آسکتی ہوں، (مطلب یہ تھا، کہ آپ مجھ سے نکاح کرلیں) مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ (۹۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت صفیہؓ سے نکاح کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تین یوم تک مقیم رہے اور ان کے ولیمے میں آپ ﷺ نے صحابہؓ کو ستو اور کھجور کھلائی۔ (۹۹)

حضرت انسؓ نے حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے مابین تعلقات کی کشیدگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرنے کا پورا واقعہ بیان کیا ہے، انہوں نے بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے مابین جدائی ہو جانے کے بعد حضرت زیدؓ ہی کو اپنا وکیل بنا کر بھیجا، جس پر حضرت زینبؓ دوسری ازواجؓ کے سامنے فخر کیا کرتی تھیں کہ دوسری ازواج کے نکاح ان کے گھر والوں نے کئے ہیں، مگر ان کا نکاح خود رب العالمین نے کیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ولیمے میں اپنے قریبی احباب کو گوشت روٹی کھلائی، یہاں تک کہ کھانے والے شکم سیر ہو گئے۔ (۱۰۰) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے حجاب کا حکم نازل فرمایا۔ (۱۰۱) اس موقع پر تین یا دو افراد نے اپنی گفتگو کو طویل کر دیا تھا، جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تھی۔ (۱۰۲)

حضرت انسؓ نے حضرت صفیہؓ کے ولیمے میں بھی شرکت کی تھی، جس میں چمڑے کے دسترخوان پر کھجور اور گھی رکھ دیا گیا تھا۔ جسے صحابہؓ نے تناول کیا۔

ازواج مطہراتؓ کے بہت سے باہمی نزاعات بھی حضرت انسؓ کی روایات کا موضوع ہیں، حضرت عائشہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کے مابین نزاع کی روایات دوسرے کئی صحابہؓ کی طرح حضرت انسؓ نے بھی روایت کی ہیں، انہوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ کے گھر میں ان کا حضرت زینبؓ بنت جحش سے جھگڑا ہو گیا، جس کی بنا پر نماز کے لئے باہر نکلنے میں آپ کو تاخیر ہو گئی، حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو باہر سے آواز دے کر بلایا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نماز کے لئے نکلیں اور ان کے منہ میں خاک ڈال دیں، نماز کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کو سخت الفاظ میں ڈانٹ ڈپٹ کی۔ (۱۰۳)

حضرت انسؓ نے ہی بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کو طلاق دے دی تھی، مگر پھر رجوع کرلیا تھا۔ (۱۰۴) اسی طرح (غالباً سن ۵ ہجری) میں آپ ﷺ نے ازواج

مطہرات رضی اللہ عنہم سے الگ رہنے کی قسم کھالی تھی، اور ۲۹ دنوں کے بعد ازواجؓ کے گھر میں دوبارہ تشریف لائے تھے اور واقعہ تخییر پیش آیا تھا۔ (۱۰۵)

۸۔ خرید وفروخت کے معمولات:

کتاب البیوع کے تحت حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خرید وفروخت سے متعلق بہت سے معمولات نقل کئے ہیں، وہ بتاتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں اشیائے صرف کے بھاؤ چڑھ گئے، لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ اشیائے صرف کے بھاؤ چڑھ گئے ہیں، آپ بھاؤ مقرر کردیجئے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ مقرر کرنے والا، تنگ کرنے، کشادہ کرنے اور روزی دینے والا ہے، اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ سے ملوں تو کوئی شخص مجھ سے خون یا مال کے متعلق مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔ (۱۰۶) اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بحیثیت حاکم وسیع القلب تھے، لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچانا چاہتے تھے۔

آپ ﷺ اپنے معاملات بہت ہی احسن طریقے سے انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے (دوسرے روایت کی رو سے ابوطیبہ) کو بلایا، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھنے لگائے، آپ ﷺ نے اسے ایک یا دو صاع اجرت دی، اور اس کے مالکوں سے کہا، کہ وہ اس سے جو لگان لیتے ہیں اسے کم کردیں۔ (۱۰۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی بڑی سادہ تھی، آپ ﷺ کی ہر چند تنگی ترشی کے ساتھ گزربسر ہوتی تھی مگر زبان مبارک پر ہمیشہ شکر وحمد کے الفاظ جاری رہتے، حضرت انسؓ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کی روٹی اور چربی لاتے، وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی تھی، آپ ﷺ نے اس کے بدلے اپنے گھر والوں کے لئے کچھ جو لئے تھے، حضرت انسؓ کہا کرتے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کبھی ایک صاع (چار کلو) کی مقدار میں بھی گندم اور غلہ ایک شام ذخیرہ نہ رہا، حالانکہ آپ ﷺ کے پاس اس وقت نو بیویاں تھیں۔ (۱۰۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رعایا کے ساتھ، لین دین کے معاملے میں بڑی نرمی اور آسانی کا معاملہ فرماتے تھے کہ حتی کہ بعض غیر مسلم شان اقدس میں گستاخی کرتے تو بھی عفو ودرگذر فرماتے، ایک بار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو ایک نصرانی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اسے کہو کہ وہ فراخی کے وقت (میسر) تک کے لئے ہمیں کچھ کپڑے ادھار قیمت پر دے دے، وہ اس کے پاس آپ ﷺ کا

پیغام لے کر گئے، تو اس نے کہا یہ فراخی کا وقت کیا ہے، اور یہ کب ہوگا؟ اللہ کی قسم ہمیں نہ تو محمد ﷺ پر بھروسہ ہے اور نہ ہی ان کی رعایت ہے؟ نہا انسؓ آپ ﷺ کے پاس واپس آیا اور آپ کو اس کی بات بتائی، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے، میں تو سب سے بہتر خریداری کرنے والا ہوں، اگر کوئی شخص کئی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہن لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کوئی شے گری رکھ کر کوئی ایسی شے حاصل کرے، جو اس کے پاس موجودہ نہ ہو۔(۱۰۹)

حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے کھیت میں سے ایک کھجور کا درخت دیا ہوا تھا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انا حضرت ام ایمن کو عطا کر دیا تھا، لیکن جب خیبر کا علاقہ فتح ہوگیا تو آپ ﷺ نے یہ درخت واپس کر دیا، اور حضرت ام ایمن کو اپنے باغ میں سے ایک درخت دے دیا۔(۱۱۰)

۹۔ احکام اسلام کا اجرا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی مہربان اور تمام عالم کے لئے مجسمہ شفقت ورحمت بنایا تھا، صحابہ کرامؓ نے اس نوع کے کئی واقعات نقل کئے ہیں، جن سے آپ ﷺ کی نرم دلی صفتِ عفوو درگزر کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک گناہ کیا ہے، آپ ﷺ مجھ پر حد جاری کیجئے، کچھ دیر کے بعد نماز کا وقت ہوگیا، نماز کے بعد وہ شخص پھر کھڑا ہوا اور اپنی درخواست دہرائی آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا گناہ یا فرمایا، تیری حد معاف کر دی ہے۔(۱۱۱)

اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر قتل کا مقدمہ کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی سے کہا کہ تو اسے معاف کر دے، اس نے انکار کر دیا، فرمایا اس سے دیت لے لو، وہ یہ بھی نہ مانا، آپ ﷺ نے فرمایا پھر جاؤ اور جا کر اس سے بدلہ لے لو، اب تو بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ وہ ہے، چنانچہ وہ آدمی قاتل کے پاس پہنچا، ابھی وہ اس سے بدلہ لینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ تو نے نہیں سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ پھر تو بھی ویسا ہی ہوگا، جیسا وہ ہے، اس پر اس نے قاتل کو معاف کر دیا۔(۱۱۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عفوو رحمت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بھی معاف کر دیا تھا، جس نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔(۱۱۳)

۱۰۔ خورد ونوش کے معمولات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فراغت کے بعد اپنی انگلیوں کو تین مرتبہ چاٹتے تھے، اور جب کوئی لقمہ نیچے گر جاتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ اس سے مٹی صاف کر کے اسے کھالینا چاہئے اور برتن کو اچھی طرح صاف کر لینا چاہئے، اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کون سے حصے میں برکت ہے۔ (۱۱۴) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹے برتن میں کھایا نہ کبھی چپاتی کھائی اور نہ ہی کبھی آپ ﷺ نے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا (۱۱۵) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے کھانے کی ترغیب دیتے تھے، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے، رات کا کھانا ضرور کھاؤ، خواہ ردی کھجور کا ایک کف دست ہو، اس لئے کہ رات کا کھانا چھوڑ دینا جلد بڑھاپا لاتا ہے۔ (۱۱۶) حضرت انس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے مختلف آداب بھی روایت کئے ہیں، مثال کے طور پر کھانا کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ کا دھولینا، (یا وضو کرنا) کھانے کے وقت جوتے اتار دینا، وغیرہ۔ (۱۱۷) آپ کو کھانے میں نمک، کدو، (۱۱۸) کھجور (۱۱۹) تازہ تربوز (۱۲۰) شوربہ، گوشت میں رانیں اور بازو (۱۲۱) پسند تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیالے میں پانی نوش فرمایا کرتے تھے جو کہ لکڑی کا بنا ہوا تھا، جب وہ ٹوٹ گیا تو اسے چاندی کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ (۱۲۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام طور پر کھڑے ہو کر کھانا یا پینا پسند نہ تھا، اور آپ ﷺ اس سے لوگوں کو منع کیا کرتے تھے۔ (۱۲۳) لیکن آپ ﷺ نے حضرت ام سلیمؓ کے گھر میں چھت کے ساتھ لگے ہوئے چمڑے کے مشکیزے سے منہ لگا کر اور کھڑے ہو کر پانی پیا، حضرت ام سلیمؓ نے اس مشکیزے کو برکت کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ (۱۲۴) آپ ﷺ پانی تین سانسوں میں پیا کرتے تھے۔ (۱۲۵)

پانی یا کچھ اور تناول کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ اپنا بچا ہوا پانی اپنے دائیں بیٹھے ہوئے شخص کو مرحمت فرماتے، ایک مرتبہ آپ ﷺ کے دائیں ایک بدو تھا اور بائیں طرف حضرت ابوبکر تھے، مگر آپ ﷺ نے اپنا جھوٹا بدو کو ہی دیا۔ (۱۲۶)

۱۱۔ معمولات لباس:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر نہ تو ریشمی لباس پہنا اور نہ اسے اپنے لئے پسند کیا البتہ

خواتین کے لئے اسے آپ ﷺ نے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ نے حضرت زینبؓ کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے انہیں ریشمی قمیص اور حضرت ام کلثومؓ کو ریشم کی بنی ہوئی چادر پہنے ہوئے دیکھا تھا، (۱۲۷) خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرہ چادر بہت پسند تھی۔ (۱۲۸) حضرت انسؓ نے یہ بتایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبطی قمیص پہنا کرتے تھے، جس کی لمبائی بھی کم ہوتی اور جس کے بازو بھی چھوٹے ہوتے تھے۔ (۱۲۹) آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی صرف خط لکھنے کی ضرورت کے تحت بنوائی تھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر ان کے بعد حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی، مگر ایک مرتبہ وہ بیئر اریس کے کنارے بیٹھے تھے انگوٹھی کنوئیں میں گر گئی، انہوں نے کنویں کا تمام پانی نکلوایا مگر انگوٹھی نہ مل سکی۔ (۱۳۰)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وصال ہوا، آپ ﷺ کی داڑھی میں گنتی کے چند بال سفید تھے، اسی لئے آپ ﷺ کو خضاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں حنا (مہندی) اور کتم کا خضاب لگاتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے والد ابو قحافہ فتح مکہ کے دن جب آپ ﷺ کے سامنے آئے تو ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال بالکل سفید تھے۔ آپ نے اسے ناپسند کرتے ہوئے فرمایا اسے کسی اور رنگ میں رنگ دو، البتہ وہ کالا رنگ نہ ہو۔ (۱۳۱)

حضرت انسؓ نے ہی یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی، آپ ﷺ خوشبو کا تحفہ بہت پسند فرماتے تھے۔ آپ سر پر اکثر تیل لگاتے اور اپنی ڈاڑھی مبارک میں کنگھی فرماتے۔ (۱۳۲) آپ ﷺ کے جوتے میں دو تسمے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے صوف بھی پہنا تھا۔ (۱۳۳)

۱۲۔ علاج معالجے کے متعلق معمولات:

حضرت انسؓ نے علاج معالجے کے متعلق بھی بہت سی روایات نقل کی ہیں، انہوں نے ہی یہ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن کے دونوں طرف پچھلی جانب ہر ماہ کی سترھویں، تیرھویں اور اکیسویں تاریخ کو پچھنے لگواتے تھے۔ (۱۳۴) اور دوسروں کو بھی اسی کا حکم دیتے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے شب معراج میں یہ کہا گیا کہ آپ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دیں۔ (۱۳۵) نبی اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کی چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج بھی خود ہی فرماتے تھے، مثلاً آپ ﷺ نے حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو درد کی بنا پر داغا، اسی طرح آپ ﷺ کے روبرو حضرت ابو

طلحہؓ نے حضرت انسؓ کو داغا۔ (۱۳۶)

آپ ﷺ مریضوں کی عیادت بھی کرتے اور اسی کی دوسروں کو ترغیب دیتے تھے، عیادت کے وقت آپ ﷺ بیماروں کو تسلی دینے کے لئے اچھی اچھی باتیں کرتے، مثلاً یہ کہ کافرۃ و ظھور (گناہوں کا کفارہ اور روحانی طہارت کا ذریعہ ہے) ایک بدو کی بیماری کے وقت جب آپ ﷺ نے یہ کہا تو اس نے کہا، نہیں یہ تو ابلتا ہوا بخار ہے، جو ایک بوڑھے کو چڑھا ہے، جو اسے قبر میں لے جائے گا، آپ نے اس بات کو ناپسند کیا اور اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ (۱۳۷) عام طور پر آپ مریضوں کی عیادت کے لئے پیدل چل کر جاتے، لیکن کئی مرتبہ سوار ہو کر بھی گئے، عام طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دنوں کے بعد عیادت اور بیمار پرسی کے لئے جاتے تھے۔ (۱۳۸) اس موقع پر آپ ﷺ یہ دعا بھی پڑھتے:

اذھب الباس رب الناس اشف انت الشافی لاشافی الا انت اشف شفاء لا یغادر سقماً۔ (۱۳۹)

۱۳۔ معاشرتی آداب:

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی معاشرتی زندگی اور آپ ﷺ کی ذاتی معاشرت کے متعلق بھی بہت سی روایات نقل کی ہیں، مثلاً یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے، حتی کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، آپ ﷺ اسے فرماتے اے ابو عمیر تیری نغیر (ایک چھوٹی چڑیا) نے کیا کیا۔ (۱۴۰)

آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے (دل لگی) بھی فرماتے تھے، مگر اس طرح کہ کوئی غلط یا جھوٹی بات زبان سے نہ نکالتے، ایک مرتبہ آپ نے ایک صحابیؓ سے کہا میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا، اس نے کہا یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا؟ فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ (۱۴۱) موقع محل کے مطابق آپ ﷺ صحیح اور موزوں الفاظ کا انتخاب فرماتے، ایک مرتبہ ایک صحابی انجشہ اونٹوں کو ہانک رہے تھے اور اونٹوں پر ازواج مطہراتؓ بیٹھی تھیں، آپ ﷺ نے انجشہ سے فرمایا اے انجشہ اونٹوں کو ذرا آہستہ چلاؤ، مبادا شیشے ٹوٹ جائیں، عورتوں کو ان کی نازک مزاجی کی بنا پر شیشوں سے مشابہت دینا ایک اعلیٰ ادبی نکتہ ہے۔ (۱۴۲)

حضرت انسؓ کو آپ ﷺ پیار اور شفقت سے ''اے دو کانوں والے'' کہہ کر پکارتے۔ (۱۴۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ہر شخص کی دعوت قبول فرما

لیتے تھے، چنانچہ ایک یہودی نے آپ ﷺ کو جو کی روٹی اور چربی کھانے کی دعوت دی تو آپ نے قبول کر لی۔ (۱۴۴) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر اور ان کا شکر بجالانے کی بھی آپ نے امت کو تعلیم دی، حضرت انسؓ بتاتے ہیں کہ ایک بار ہمیں بارش نے آن لیا تو آپ ﷺ نے اپنے جسم کے کچھ حصے سے کپڑا ہٹا لیا، تاکہ بارش براہ راست آپ کے جسم پر پڑے، ہم نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ یہ بارش میرے رب کی طرف سے تازہ تازہ اتری ہے۔ (۱۴۵) آپ ﷺ خوشی کے موقعوں پر اپنے متوسلین کا بھی خیال رکھتے تھے، چنانچہ حضرت انسؓ کے مطابق ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، اس وقت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بھی آپ کے پاس موجود تھیں آپ ﷺ نے فرمایا، اور یہ؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا پھر تمہاری دعوت ہمیں قبول نہیں وہ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا، اور مکرر دعوت دی، آپ ﷺ نے وہی الفاظ دہرائے، تیسری مرتبہ اس نے حضرت عائشہؓ کا آنا بھی قبول کیا، تو آپ ﷺ نے اس کی دعوت قبول کر لی اور پھر آپ دونوں اس کے گھر تشریف لے گئے۔ (۱۴۶)

معاشرتی طور پر آپ ﷺ میل جول کو بے حد پسند فرماتے تھے۔ جس کی علامت ''السلام علیکم'' ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ السلام اللہ تعالیٰ کے بابرکت ناموں میں سے ہے، لہٰذا اسے زمین پر پھیلاؤ، خود آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ بچوں کے قریب سے گزرتے تو انہیں بھی سلام کرتے۔ (۱۴۷) ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔ آپ ﷺ نے حضرت انسؓ کو یہ وصیت فرمائی کہ اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انہیں ضرور سلام کرو، اس سے تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت اترے گی۔ (۱۴۸) آپ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ مصافحہ فرماتے اور صحابہؓ بھی ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے۔ اہل کتاب خصوصاً یہودی آپ ﷺ کو سلام کرتے، لیکن ان میں کچھ لوگ سلام کے بجائے السام (موت) کہہ جاتے، اس لئے ایسے موقعوں پر آپ صرف وعلیکم پر اکتفا فرماتے۔ آپ کا اپنا گھر میں آنے کا معمول یہ تھا کہ آپ یا تو شام کو گھر آتے، یا صبح کے وقت، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے ناخنوں کے ساتھ بجائے جاتے تھے۔ (۱۴۹) یعنی بہت آہستگی کے ساتھ تاکہ آپ ﷺ بے آرام نہ ہوں۔

۱۴۔ جہاد و مغازی سے متعلق معمولات:

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کئی غزوات میں بھی حصہ لیا، جن کے متعلق انہوں نے بہت سے چشم دید واقعات روایت کئے ہیں، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوات کے

متعلق یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اے اکثم سفر کے لئے بہتر رفقا چار ہیں، بہترین سریہ چار سو افراد کا اور بہترین لشکر چار ہزار افراد کا ہے اور اگر کوئی لشکر بارہ ہزار ہو جائے، تو وہ کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔

(۱۵۰) جب آپ ﷺ کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو انہیں تاکید کرتے تم نہ تو کسی بوڑھے کو قتل کرنا، اور نہ کسی بچے، کسی عورت کو مارنا، نہ خیانت کرنا، اپنی غنیمتوں کو ایک جگہ جمع کرنا، اصلاح اور بہتری کا خیال رکھنا اور نیک سلوک کرنا، اللہ تعالیٰ نیک سلوک کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (۱۵۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ حضرت ام سلیمؓ اور کچھ انصاری عورتوں کو اپنے ہمراہ غزوات میں لے جایا کرتے تھے، جو لوگوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ (۱۵۲) غزوۂ احد کے دن ازواج مطہرات اپنی پشتوں پر پانی کے مشکیزے اٹھا اٹھا کر لا رہی تھیں انہوں نے اپنے ٹخنوں کو کھول رکھا تھا، اور مجاہدین اسلام کو پانی پلا رہی تھیں۔ (۱۵۳)

حضرت انسؓ ہی نے بنو سلیم کے ہاتھوں ستر قرا کی شہادت کا بھی واقعہ بیان کیا ہے جسے غزوۂ رعل وذکوان بھی کہا جاتا ہے، غزوہ بدر کے موقع پر حضرت انسؓ موجود تھے، انہوں نے اس واقعے کے متعلق بہت سی باتیں روایت کی ہیں، مثلاً غزوۂ احد (۱۵۴) اس میں حضرت انسؓ بن النضر کی بہادری کا واقعہ (۱۵۵) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غزوے میں سامنے کے چار دانتوں کے ٹوٹنے کا واقعہ۔ (۱۵۶) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ابوطلحہؓ کی قربانی اور جاں نثاری (۱۵۷) غزوۂ خندق کے دن انصار کا رجز، **نحن الذین بایعوا محمداً، علی الجھاد مابقینا ابداً** اور نبی اکرم صلی اللہ کا جواب **اللھم لاعیش الاعیش الآخرہ فاکرم الانصار والمھاجرہ۔** (۱۵۸) وغیرہ کے واقعات بھی انہوں نے روایت کئے ہیں۔ (۱۵۹) اسی طرح انہوں نے غزوۂ خیبر (۱۶۰) میں حضرت صفیہؓ سے نکاح اور ان کے ولیمے کا واقعہ، صلح حدیبیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کے دوران میں حملے کا واقعہ (۱۶۱) غزوۂ حنین (۱۶۲) کے واقعات بھی انہوں نے روایت کئے ہیں۔

انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی پیشگوئیاں بھی روایت کی ہیں، مثال کے طور پر آفاق اور قزوین کی فتح کی بشارت۔ (۱۶۳) کی روایت بھی انہوں نے روایت کی ہے۔

فضائل ومناقب:

حضرت انسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے مناقب وفضائل بھی

روایت کئے ہیں، مثلاً انبیائے کرام علیہم السلام کے مناقب (تین روایات) نبی اکرم ﷺ کے مناقب (۱۱۰ احادیث، بشمول معجزات والی آیات) حضرت ابوبکر وعثمان رضی اللہ عنہم کے مناقب (چار روایات) حضرت عائشہ (ایک روایت) اور حضرت عمر کے فضائل (پانچ روایات)، حضرت عثمانؓ (ایک روایت)، حضرت علیؓ کے فضائل (تین روایات)، حضرت ابی بن کعبؓ، (ایک روایت) حضرت انسؓ (نو روایات)، حضرت انس بن النضرؓ (ایک روایت)، حضرت ابراء بن مالکؓ، حضرت بلال (ایک ایک روایت) حضرت ثابت بن قیسؓ (تین روایات)، حضرت جلبیب، (ایک روایت)، حضرت حسینؓ (تین روایات)، حضرت حسنؓ (دو روایات)، حضرت زید بن ارقمؓ (ایک روایت)، حضرت زاہرؓ (ایک روایت) حضرت ابوطلحہؓ (چار روایات)، حضرت سعد بن معاذ (پانچ روایات)، حضرت جعفرؓ (ایک روایت) حضرت ابودجانہؓ (ایک روایت)، حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح (دو روایات)، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (ایک روایت)، حضرت عبداللہ بن سلامؓ (ایک روایت)، حضرت قیس بن سعدؓ (ایک روایت)، حضرت ابوالدخداح ؓ (ایک روایت)، صحابہ کرامؓ مجموعی مناقب (۱۰ روایات)، اہل بیت نبوی، دو روایات) انصار (تیس روایات)، مدینہ منورہ (چھ روایات)، احد (دو روایاث)، عسقلان (ایک روایت)، اشعری (ایک روایت)، اہل یمن (دو روایات)، بنوازد (ایک روایت) خواتین (ایک روایت) حضرت خدیجہؓ (تین روایات)، حضرت صفیہؓ (ایک روایت)، حضرت عائشہ صدیقہؓ (ایک روایت) اور حضرت ام سلیمؓ والدہ حضرت انسؓ، (چار روایت) نقل اور روایت کی ہے۔ (۱۶۴) ان تمام امور کا تعلق بالواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نگاری سے ہیں۔

۱۵۔ دنیا سے بے رغبتی:

حضرت انسؓ نے بہت سی ایسی احادیث بھی روایت کی ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی اور بے تعلقی کو ظاہر کرتی ہیں، مثال کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابیؓ سے جو مدینہ منورہ میں قبہ بنانا چاہتے تھے اعراض فرمانا، اس کا علم ہونے پر ان صحابی کا اسے منہدم کر دینا۔ (۱۶۵) اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نماز کے دوران میں مسجد کی دیوار پر جنت اور دوزخ کو دیکھنا (۱۶۶) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اے اللہ مجھے مسکین ہونے کی حالت میں زندہ رکھنا، اسی حالت میں وفات دینا اور انہی لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن مجھے زندہ کر کے اٹھانا۔ اور یہ

ارشاد کہ اے عائشہؓ تم مسکینوں سے محبت رکھو، انہیں قریب کرو، اس لئے کہ اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب کرے گا۔ (۱۶۷) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چپاتی نہیں کھائی اور نہ ہی کبھی بھنی ہوئی بکری تناول فرمائی (۱۶۸) ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے نبی اکرم ﷺ کو جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پہلا کھانا ہے جو تیرے باپ نے تین دن کے بعد کھایا ہے۔ (۱۶۹)

حضرت انسؓ کے اس مجموعے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی کے متعلق بہت سی اہم باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے، مثال کے طور پر یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر کھجور کی چھال بچھی ہوتی تھی، آپ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں باریک گھاس بھرا ہوا تھا۔ آپ کے اور بستر (فرش) کے درمیان صرف ایک چادر تھی۔ حضرت عمرؓ نے یہ سب دیکھا تو وہ رو پڑے تھے۔ (۱۷۰)

حضرت انسؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی العضبا تھی، جو نا قابل شکست تھی۔ ایک مرتبہ ایک بدو کے اونٹ نے اسے ہرا دیا اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شے بھی بڑھتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے گھٹا دیتا ہے۔ (۱۷۱)

۱۶۔ آئندہ دور کے فتنے اور علامات قیامت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اپنے بعد کے ایسے حالات سے بھی باخبر کر دیا تھا جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد پیش آنے والے تھے۔ حضرت انسؓ نے اس نوع کی اٹھارہ احادیث روایت کی ہیں، جن میں دجال (۱۷۲) فتنہ ارتداد (۱۷۳) مشاجرات صحابہؓ (۱۷۴) اور حضرت حسینؓ کی شہادت وغیرہ کی خبریں دی گئی ہیں۔ (۱۷۵)

علامات قیامت اور جنت و دوزخ کی روایات بھی منقول ہیں، حضرت انسؓ نے ان دونوں عنوانات پر ۱۶۱/احادیث روایت کی ہیں۔ (۱۷۶)

مختصر یہ کہ حضرت انسؓ کی مسند سیرت طیبہ کے حوالے سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن عبد البر/ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب/ ج۱، ص ۷۲/ احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۲۸ھ

۲۔ ایضاً

۳۔ ابن حجر/ الاصابہ/ ج۱، ص۷۲/ عدد ۲۷۷/ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۲۸ھ

۴۔ الاصابہ/ ج۱، ص۷۲

۵۔ ابن الاثیر/ اسد الغابہ/ ج۱، ص ۱۲۷، بیروت

٦۔ ابن عبد البر/ ج۱، ص۷۲، ۷۳

۷۔ مسلم الجامع الصحیح / استانبول ۱۳۲۹ھ/ ج ۷، ص ۱۵۹، مسند الجامع/ تحقیق وترتیب السید ابو المعاطی محمد النوری، احمد عبد الرزاق عید، ایمن ابراہیم الزرملی، محمود محمد خلیل/ بیروت ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳ء/ ج ۲، ص ۴۲۵، رقم ۴۱۵۳، ۱۲۵۰

۸۔ مسند احمد/ ج ۳، ص ۱۱۱/ القاہرہ، مطبعہ المیمنیہ ۱۸۸٦ء/ البخاری، الادب المفرد/ مطبوعہ القاہرہ، طبع قصی محب الدین الخطیب ۹۷۴

۹۔ المسند جامع/ ج۱، ص ۱۸۱، ۴٦۷_۲، ۴۷۱ ج۳، ۱، ٦۹

۱۰۔ ایضاً / ج۱، ص۱۸۱، ۲۰۸

۱۱۔ ایضاً / رقم ۲٦

۱۲۔ احمد بن حنبل/ مسند/ ج ۳، ص ۱۳۵

۱۳۔ احمد/ المسند/ ج ۳، ص ۱۵۵

۱۴۔ دیکھئے/ ج۱، ص ۲۰۸ تا ۲۳۱، رقم ۴۹ تا ۹۳

۱۵۔ دیکھئے احمد بن حنبل/ مسند/ ج ۳، ص ۱۱۲، جامع المسانید/ ج۱، ص ۲۰۸_۲۳۱

۱٦۔ مسند احمد/ ج ۳، ص ۱۱۰

۱۷۔ ج۱/ ص ۲۳۰۔ جامع/ رقم ۲۹۵، ۹۲ تا ۲۹٦/ ۹۳

۱۸۔ المسند/ الجامع/ رقم ۹۴ تا ۳٦۵ (۱۹)

۱۹۔ مسند احمد/ ج ۳، ص ۱۲۸، ۱۲۹

۲۰۔ البخاری/ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل/ مطبوعہ الشعب المصورہ عن الطبعۃ السلطانیہ (۱۹ اجزاء)/ ج۱، ص ۹۷، ابن خزیمہ/ صحیح/ المکتب الاسلامی/ تحقیق ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی، حدیث ۱۵۹۲،

۲۱۔ احمد/ ج۱، ص ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱٦

۲۲۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۳۸، ابو داؤد، سلیمان بن اشعث/ السنن/ مطبوعہ دار احیاء السنۃ، طبع محی الدین عبد الحمید/ رقم ۹۴۳

۲۳۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۰۹، جامع/ ج۱، ص ۲۳۹، رقم ۳۱۲

۲۴۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۰۱، مسلم/ ج ۲، ص ۱۸۹، ابو داؤد/ السنن/ رقم ۱۳۱۲

۲۵۔ احمد/ ج ۳/ ۱۱۸، رقم ۲۱۱، ابوداؤد/ رقم ۴۵۴

۲٦۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۸۸، ۱۹۹، ابوداؤد/ رقم ۳۸۰

۲۷۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۱۲، ابن ماجہ/ ابو عبد اللہ محمد بن یزید/ السنن/ دار احیاء التراث العربی، قاہرہ/ رقم ۱۰۲۴

۲۸۔ النسائی/ ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب/ السنن (المجتبیٰ)/ المطبعۃ المصریہ الازہر، قاہرہ، ۱۳۴۸ھ/ ج ۲، ص ۵٦، جامع/ ج۱، ص ۲٦۰، رقم ۳۴۷

۲۹۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۴۵، ۲۲٦

۳۰۔ ابن خزیمہ/ ج ۳، ص ۴۲۴

۳۱۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۰۳، ابوداؤد/ رقم ۱۲۲۵

۳۲۔ جامع/ ج۱، ص ۳۱۸، ۲٦۹، رقم ۲٦۱، ۳٦۳

۳۳۔ النسائی/ص ۸۲۸، جامع المسانید/ ج ا،ص ۲۸۲
۳۴۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۳۲، مسلم/ ج ۲،ص ۳۔
۳۵۔ ابن خزیمہ/ص ۳۷۰
۳۶۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۱۱
۳۷۔ ایضاً/ ج ۳، ۳۹۔
۳۸۔ ایضاً/ص ۲۲۶، جامع/ ج ا،ص ۲۹۸
۳۹۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۵۸، ابو داؤد/ رقم ۱۴۹۵
۴۰۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۲۰، الترمذی ابوعیسی محمد بن عیسیٰ/ الجامع السنن/ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۳۵۶ھ/ رقم ۴۸۱
۴۱۔ الترمذی/ الجامع السنن/ رقم ۲۴۱
۴۲۔ ایضاً/ رقم ۵۷۶
۴۳۔ البخاری/ ج ا، ۱۸۱، جامع/ ج ا،ص ۳۰۴، رقم ۴۲۰، ۴۲۲، احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۰۱
۴۴۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۰۱، ۲۲۴
۴۵۔ ایضاً/ ج ۳،ص ۲۰۲، البخاری/ ج ا،ص ۱۹۱
۴۶۔ ابو عبد اللہ مالک بن انس/ الموطا/ مطبوعہ الشعب بالقاہرہ/ کتاب الصلوٰۃ، الداری/ رقم ۱۲۵، ۱۳۱۶
۴۷۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۲۲۸، جامع حدیث ۴۷۲
۴۸۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۶۷، ۲۵۲، مسلم/ ج ۲،ص ۹۹
۴۹۔ دیکھئے، جامع/ رقم ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۹۳
۵۰۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۱۵، ۱۸۰، ۶۱۸، البخاری/ ج ۵،ص ۱۳۴
۵۱۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۲۳۷، ابن ماجہ/ رقم ۱۱۰۲
۵۲۔ احمد بن حنبل/ ج ا،ص ۲۴۹، ۲۶۷
۵۳۔ ایضاً/ ج ۳،ص ۱۸۷، ۱۹۰، مسلم/ ج ۲،ص ۱۴۵
۵۴۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۱۰، الداری/ رقم ۱۵۱۶
۵۵۔ احمد بن حنبل/ ج ۳، ۱۷۶، البخاری/ ج ۲،ص ۲۱۰
۵۶۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۲۴۷، مسلم/ ج ۲،ص ۱۵۱
۵۷۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۰۳، ۱۷۸
۵۸۔ ابو داؤد/ ج ۳،ص ۲۱۷، البخاری/ ج ۲،ص ۹۳، ۹۹
۵۹۔ البخاری/ ج ۲،ص ۱۰۵ (کتاب الجنائز)
۶۰۔ احمد/ ج ۳،ص ۱۸۴، البخاری/ ج ۲،ص ۱۰۵
۶۱۔ ابن ماجہ/ رقم ۱۴۷۰، جامع/ ج ا،ص ۳۹۶/ رقم ۵۷۲
۶۲۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۰۶، البخاری/ ج ۷، ص ۱۰۹، مسلم/ ج ۷،ص ۱۴۵،
۶۳۔ ابن ماجہ/ رقم ۴۲۶۱، الترمذی/ رقم ۹۸۳
۶۴۔ احمد بن حنبل/ ج ۳،ص ۱۰۱، ۱۱۸۰
۶۵۔ ایضاً/ ج ۳،ص ۱۵۱
۶۶۔ ابن ماجہ/ رقم ۱۴۸۳، مسند الجامع/ ج ا،ص ۴۱۱، ۴۱۲، رقم ۵۹۳
۶۷۔ المسند/ الجامع، رقم ۵۳۲
۶۸۔ المسند الجامع/ رقم ۵۴۰، ۵۴۶
۶۹۔ ایضاً/ رقم ۵۴۷، ۵۴۸
۷۰۔ ایضاً/ رقم ۵۵۷، ۵۵۰، ۵۶۶
۷۱۔ احمد/ ج ۳،ص ۱۵۰
۷۲۔ ابن ماجہ/ ج ۱۵۶۱
۷۳۔ البخاری/ ج ۲،ص ۱۰۰، احمد/ ج ۳،ص ۱۲۶
۷۴۔ ایضاً/ ج ۳،ص ۱۴۱، ابن ماجہ، رقم ۱۶۲۹، الترمذی/ الشمائل/ رقم ۳۹۷
۷۵۔ احمد/ ج ۳،ص ۱۱۱
۷۶۔ الجامع/ رقم ۶۱۱، ۶۱۲
۷۷۔ احمد/ ج ۳،ص ۱۱۷، ۲۷۶، مسلم/ ج ۳،ص ۱۱۹، رقم ۱۲۰
۷۸۔ احمد/ ج ۳،ص ۱۰۰، ۱۱۴، ۱۲۶، ابو داؤد/ رقم، ۱۶۴۱
۷۹۔ احمد/ ج ۳،ص ۵۳، البخاری/ ج ۴،ص ۱۱۵،

۸۰۔ احمد/ ج۳، ص۲۲۴، مسلم/ ج۳، ص۱۰۵،
۸۱۔ احمد/ ج۳، ص۱۹۰، ۲۷۹، البخاری/ ج۵، ص ۲۰۱
۸۲۔ احمد/ ج۳، ص۱۷۵۔۳/ ۲۵۹، مسلم/ ج۷، ص ۷۴
۸۳۔ ابن ماجہ/ رقم ۲۸۹۰، الترمذی/ شمائل/ رقم ۳۳۴
۸۴۔ ابو داؤد/ رقم ۲۷۹۶، ۲۷۹۳، ابن خزیمہ/ رقم ۲۷۹۴
۸۵۔ احمد/ ج۳، ص۱۴۷، ۲۶۶، احمد/ ج۲، ص۱۴۱، رقم ۴۹۹۴
۸۶۔ البخاری/ ج۱، ص۵۴
۸۷۔ احمد/ ج۳، ص۱۱۱، مسلم/ ج۴، ص۸۲
۸۸۔ احمد بن حنبل/ ج۳، ص۱۳۴، ۳۴۵، البخاری/ ج۳، ۳
۸۹۔ احمد/ ج۳۲، ص۱۳۴
۹۰۔ احمد/ ج۳، ص۱۶۴، ابوداؤد/ رقم ۲۳۵۶
۹۱۔ زیادات مسند/ ج۳، ص۲۷۹، (عبداللہ بن احمد)
۹۲۔ احمد/ ج۳، ص۱۷۳، ۲۷۹
۹۳۔ مالک/ الموطا/ ۱۹۷، البخاری/ ج۳، ص۴۴، مسلم/ ج۳، ص۱۴۲
۹۴۔ احمد/ ج۳، ص۲۳۰
۹۵۔ احمد/ ج۳، ص۱۵۸، ۲۴۵
۹۶۔ احمد/ ج۳، ص۲۸۲
۹۷۔ البخاری/ ج۷، ص۱۷، احمد بن حنبل/ ج۳، ص ۲۶۸
۹۸۔ البخاری/ ج۷، ص۴۳، مسلم/ ج۴، ص۱۷۳
۹۹۔ احمد بن حنبل/ ج۳، ص۱۱۰
۱۰۰۔ مسلم/ ج۴، ص۱۴۸، احمد/ ج۳، ص۱۹۵
۱۰۱۔ احمد/ ج۳، ص۱۶۸، البخاری/ ج۷، ص۳۰
۱۰۲۔ احمد/ ج۳، ص۱۶۸، البخاری/ ج۷، ص۳۰
۱۰۳۔ احمد/ ج۳، ص۲۶۴، البخاری/ ج۷، ص۷
۱۰۴۔ مسلم/ ج۴، ص۱۷۳، احمد بن حنبل/ ج۳، ص ۱۰۴، ۲۰۵
۱۰۵۔ البخاری/ ج۳، ص ۳۵۔ ۸/ ۱۷۳۔ ۷/ ۴۱، الترمذی/ رقم ۶۹۰
۱۰۶۔ احمد/ ج۳، ص۲۸۶، ابوداؤد/ رقم ۳۴۵۱
۱۰۷۔ مالک/ المؤطا/ رقم ۲۰۳، البخاری/ ج۳، ص ۸۲، رقم ۱۰۳
۱۰۸۔ احمد/ ج۳، ص۱۳۳، ۲۰۸، ۲۳۲
۱۰۹۔ احمد/ ج۳، ص۲۴۳
۱۱۰۔ البخاری/ ج۳، ص۲۱۶، مسلم/ ج۵، ص۱۶۲
۱۱۱۔ البخاری/ ج۸، ص۲۰۶
۱۱۲۔ ابن ماجہ/ رقم ۲۶۸۱، النسائی/ ج۸، ص۱۷
۱۱۳۔ مسلم/ ج۷، ص۱۵، احمد/ ج۳، ص۲۱۸
۱۱۴۔ مسلم/ ج۶، ص۱۵، احمد/ ج۳، ص۱۱۷، ۱۷۷
۱۱۵۔ البخاری/ ج۷، ص۹۱، احمد/ ج۳، ص۱۳۰
۱۱۶۔ الترمذی/ رقم ۱۸۵۶
۱۱۷۔ ابن ماجہ/ رقم ۳۲۶۰، الدارمی/ رقم ۲۰۷۶
۱۱۸۔ احمد/ ج۳، ص ۱۰۸، رقم ۲۲۵، ابن ماجہ/ رقم ۲۳۰۳
۱۱۹۔ مسلم/ ج۶، ص۱۲۲، ابوداؤد/ رقم ۳۷۷۱
۱۲۰۔ احمد بن حنبل/ ج۳، ص۱۴۲، ۱۴۳
۱۲۱۔ احمد/ ج۳، ص۱۱۸، البخاری/ ج۲، ۲۰۲،
۱۲۲۔ الترمذی/ الشمائل/ رقم ۱۹۵
۱۲۳۔ احمد/ ج۳، ص ۱۱۸، رقم ۱۴۷، مسلم/ ج۸، ص ۱۱۰
۱۲۴۔ احمد/ ج۳، ص۱۱۹
۱۲۵۔ احمد/ ج۳، ۱۱۸، ۲۱۱
۱۲۶۔ مالک/ المؤطا/ رقم ۱۵۷۶، احمد/ ج۳، ص۱۱۳
۱۲۷۔ ابن ماجہ/ رقم ۳۱۹۸، البخاری/ ج۷، ص۱۹۵
۱۲۸۔ احمد/ ج۳، ص۱۳۴، ۱۸۴، ۲۹۰

۱۲۹۔ عبد بن حمید/ رقم ۱۲۲۲، الجامع/ ج ۲، ص ۱۲۳، رقم ۹۰۶
۱۳۰۔ البخاری/ ج ۷، ص ۲۰۳
۱۳۱۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۶۰
۱۳۲۔ الترمذی/ الشمائل/ رقم ۳۳، ۱۲۶
۱۳۳۔ ابن ماجہ/ رقم ۳۳۴۸، ۳۵۵۶
۱۳۴۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۱۹، ۱۹۲، ابوداؤد/ رقم ۳۸۶۰
۱۳۵۔ ابن ماجہ/ رقم ۳۴۷۹
۱۳۶۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۳۹،
۱۳۷۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۵۰
۱۳۸۔ ابن ماجہ/ رقم ۱۴۳۷
۱۳۹۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۶۷
۱۴۰۔ البخاری/ ج ۸، ص ۳۷، احمد/ ج ۳، ص ۱۱۹، ۱۷۱
۱۴۱۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۶۷، ابوداؤد/ رقم ۴۹۹۸
۱۴۲۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۵۲، البخاری/ ج ۸، ص ۵۸، مسلم/ ج ۷، ص ۷۹
۱۴۳۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۱۷، الترمذی/ رقم ۱۹۹۲، ۳۸۲۸
۱۴۴۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۱۰، ۱۷۰
۱۴۵۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۳۳، مسلم/ ج ۳، ص ۲۶
۱۴۶۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۲۳، ۲۷۲، مسلم/ ج ۶، ص ۱۱۶
۱۴۷۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۳۱، الدارمی/ رقم ۶۳۹
۱۴۸۔ الترمذی/ رقم ۲۱۶۸
۱۴۹۔ البخاری/ ادب المفرد، رقم ۱۰۸۰
۱۵۰۔ ابن ماجہ/ رقم ۲۸۲۷
۱۵۱۔ ابوداؤد/ رقم ۲۶۱۴
۱۵۲۔ مسلم/ ج ۵، ص ۱۹۶، الترمذی/ رقم ۱۵۷۵
۱۵۳۔ عبد بن حمید/ رقم ۱۳۲۰
۱۵۴۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۷۰، مسلم/ ج ۶، ص ۴۵
۱۵۵۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۱۹۔ ۳/ ۲۲۰، ۲۵۷، مسلم/ ج ۵، ص ۱۷۰
۱۵۶۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۸۴، مسلم/ ج ۶، ص ۴۵، الترمذی/ رقم ۳۳۰۰، ۳۲۰۰
۱۵۷۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۸۶
۱۵۸۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۷۰، ۱۸۷، البخاری/ ج ۴، ص ۳۰۔ ۵/ ۱۳۷
۱۵۹۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۵۲، ۲۸۸، مسلم/ ج ۵، ص ۱۸۹
۱۶۰۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۰۱، ۱۸۶، البخاری/ ج ۱، ص ۳۰۱
۱۶۱۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۲۲، ۱۲۴، مسلم/ ج ۵، ص ۱۵۹
۱۶۲۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۵۷، مسلم/ ج ۳، ص ۱۰۷
۱۶۳۔ ابن ماجہ/ رقم ۲۷۸۰
۱۶۴۔ دیکھیے الجامع/ ج ۲، ص ۳۴۶، ۳۶۷
۱۶۵۔ احمد/ ج ۳، ص ۹۹، ۱۷۸، ابن ماجہ/ رقم ۴۰۲۷
۱۶۶۔ دیکھیے الجامع/ ج ۲، ص ۳۴۶، ۳۶۷
۱۶۷۔ احمد/ ج ۳، ص ۲۳۰
۱۶۸۔ ایضاً/ ج ۳، ص ۲۵۹
۱۶۹۔ الترمذی/ رقم ۲۳۵۲
۱۷۰۔ ایضاً/ رقم ۲۳۶۲
۱۷۱۔ ایضاً/ ج ۳، ص ۱۲۸، ۳/ ۱۳۴
۱۷۲۔ ایضاً/ ج ۳، ص ۲۱۳
۱۷۳۔ ایضاً/ ج ۳، ص ۱۳۹
۱۷۴۔ احمد/ ج ۳، ص ۱۰۳
۱۷۵۔ جامع المسانید/ رقم ۱۵۹۴، تا ۱۶۱۲
۱۷۶۔ ایضاً/ رقم ۱۶۱۳، ۱۶۷۴

قومی سوچ اپنائیے
پاکستانی مصنوعات کو فروغ دیجیے
مشروبِ مشرق
رُوح افزا
سے ٹھنڈک، فرحت اور تازگی پائیے
معیار ہر قیمت پر
SHARBAT ROOH AFZA
مشروبِ مشرق رُوح افزا اپنی بے مثل تاثیر، ذائقے اور ٹھنڈک و فرحت بخش خصوصیات کی بدولت کروڑوں شائقین کا پسندیدہ مشروب ہے۔
راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی
شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سید فضل الرحمن

فرہنگِ سیرت

﴿۳﴾

اس سلسلے کی دو اقساط السیرہ کے شمارہ ۸ اور ۹ میں شائع ہو چکی ہیں، اور مزید اضافوں کے ساتھ یہ کام کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکا ہے، اس موضوع پر کام ابھی جاری ہے، اور اسی سلسلے کی ایک قسط اس شمارے میں پیش کی جا رہی ہے۔ ادارہ

باب الف

آبارُ الاَعْرَاب : الاجفر اور فید کے درمیان الاجفر سے ۵ میل پر ایک جگہ۔

آبِلْ: اس نام کے چار مقامات ہیں، ان میں سے ایک حمص کی بستیوں سے ایک بستی کا نام ہے جو حمص سے ۲ میل کے فاصلے پر قبلے کی سمت میں واقع ہے۔

الآرَام: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام۔

آرۃُ: یہ تین جگہ ہے، ۱۔ اندلس میں ایک جگہ، ۲۔ بحرین میں ایک شہر، ۳۔ مکے اور مدینے کے درمیان حجاز کا ایک پہاڑ جو قدسا کے مقابل ہے۔

الآطَامُ: قلعے، واحد اُطُمٌ

آیِلُ: مکے کے راستے میں نقرہ کے نواح میں ایک پہاڑ۔

اَبّا: غزوۂ قریظہ کے موقع پر جب آپ ﷺ بنی قریظہ آئے تو آپ ان کے کنوؤں میں سے اَبّا نامی کنویں پر اترے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کوفہ اور قصر ابن ھبیرۃ کے درمیان ایک نہر کا نام ہے، اور البطیحہ میں بھی اسی نام کی ایک بڑی نہر ہے۔

اَبَارُ: یمن میں ایک جگہ، کہا جاتا ہے کہ بلاد بنی سعد سے آگے ایک جگہ ہے، حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

الاَبَارِقُ: یہ اَبْرَقُ کی جمع ہے۔ اور ابرق اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس میں ریت اور پتھر ملے ہوئے ہوں۔

اَبَارِقُ بَیْنَۃَ: رُوَیْثَہ کے قریب ایک جگہ۔

اَبَانُ: فید کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔

اَبَا نَانُ: یہ ابان کا تثنیہ ہے، یہ دو پہاڑ ہیں، ان میں سے ایک کا نام اَبَـانُ الْاَبْیَض ہے جو بنی فزارہ کا ہے اور دوسرا اَبَانُ الْاَسْوَدُ ہے جو بنی اسد کا ہے، دونوں کے درمیان دو یا تین میل کی مسافت ہے۔

ابو دُلاَمَۃ: دیکھئے دُلاَمَۃ۔

الاَبْرَقَانِ: بصرہ سے مکہ جانے والے راستے پر مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ۔

اَبْوَی: بصرہ سے مکہ کے راستے میں واقع دو بستیوں کا نام جو طسم اور جدیس قبیلوں کی طرف منسوب ہیں۔

الاَثَمُ: بنی سلیم کے پتھریلے علاقے کا ایک پہاڑ۔ کوفے کے حاجیوں کی ایک منزل۔

الاَثْلَۃُ: مدینے کے قریب ایک جگہ، بغداد کے مغربی جانب ایک فرسخ (۳ میل) کے فاصلے پر ایک بستی۔

اَثُوْرُ: موصل کا قدیم نام۔

الاَثْیَدَاءُ: عکاظ میں ایک جگہ۔

اُثَیْفِیَۃُ: ارض یمامہ میں بنی کلیب بن یربوع کی ایک بستی۔

الاَجَامُ: قلعے۔ واحد اُجُمٌ

الاَجَاوِلُ: وَدَّانُ کے قریب ایک جگہ۔

الاَجْفُرُ: بہت وسیع کنواں، فہد اور الخزیمیہ کے درمیان ایک جگہ، اس کے اور فہد کے درمیان مکہ کی طرف سے ۳۶ فرسخ کی مسافت، بنی یربوع کے پانی کی جگہ کا نام بھی الاجفر ہے۔

اَجْذَالُ: بدر جاتے ہوئے مدینے سے پانچ برید (۶۰ میل) پر ایک جگہ۔

اَجْرَبُ: مدینے کے نواح میں جُہینہ کی منازل میں سے ایک جگہ کا نام۔

اَجْرَادُ: یہ جَرَدْ کی جمع ہے۔ ایسی زمین جس میں کچھ نہ اگتا ہو۔

اَجَشّ: مدینے کے قلعوں میں سے ایک قلعہ۔

اُجُمّ: مدینے کے قلعوں میں سے ایک قلعہ، اجم اس قلعے کو کہتے ہیں جسے مدینے کے لوگ چھوٹے پتھروں سے بناتے تھے۔

اَجوِیَۃُ: یمامہ کے نواح میں بنی نُمَیر کے پانی کی جگہ۔

الاَجیَابُ: جُبّ کی جمع، جب کنویں کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہ مشہور حِمَی ضَرِیۃ کے قریب پانی کی ایک جگہ ہے۔

اَحبَابُ: مدینے کے نواح میں السوارقیۃ کے ایک جانب واقع ایک شہر۔

اَحجَارُ الزَّیت: الزَّورَاء کے قریب مدینے میں ایک جگہ جہاں نماز استسقاء ادا کی جاتی تھی۔

الاَحدَبُ: دیار بنی فزارہ میں ایک پہاڑ۔

اَحرَادُ: مکہ کا ایک قدیم کنواں۔

اَحرُضُ: جبال ھُذَیل میں ایک جگہ، جو شخص یہاں کا پانی پی لیتا اس کا معدہ خراب ہوجاتا، اسی لئے اس جگہ کا نام اَحرُضُ مشہور ہوگیا۔

اَحسَنُ: یمامہ اور حمٰی ضَرِیَّۃ کے درمیان واقع ایک بستی کا نام۔

الاَحقَاف: ابن عباس کہتے ہیں کہ ارض مَھرَۃ اور عُمَانُ کے درمیان ایک وادی، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عُمَانُ سے حضرموت تک ریتیلے علاقے کو الاحقاف کہتے ہیں۔

اِحلِیلُ: مکے کے قریب تہامہ کی ایک وادی، بلاد کنانہ کی ایک وادی۔

الاَحیَاءُ: ثَنِیَّۃُ المَرَۃِ کے زیریں علاقے میں پانی کی ایک جگہ، جہاں حضرت عبیدہ بن الحارث بن المطلب نے لشکر کشی کی تھی۔

اَخزَمُ: مدینے کے قریب الروحاء اور ملل کے نواح کے درمیان ایک پہاڑ کا نام۔

اَدَامُ: مکہ کی مشہور وادیوں میں سے ایک وادی۔

اُدُمّ: طائف کی بستیوں میں سے ایک بستی۔

اَذَافِرُ: قبیلہ طَیّءٔ کا پہاڑ، جہاں نہ کھجور ہوتی ہے اور نہ زراعت۔

اَرَاکُ: مکہ کے قریب، غیقہ سے متصل ایک وادی، اصمعی کہتے ہیں کہ یہ ہذیل کے پہاڑ کا نام ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نَمِرَۃ میں ایک جگہ ہے۔

اَرَالٌ: ہذیل کے ایک پہاڑ کا نام۔

اَرْثَدُ: مکے اور مدینے کے درمیان (وادی الابواء میں) ایک وادی کا نام۔

اَرْوَانُ: مدینے کے ایک کنویں کا نام۔ حدیث میں اس کا ذکر آتا ہے۔

اُرَیْمُ: مدینے کے قریب ایک جگہ۔

اُسَاهِمُ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک جگہ۔

اَشْدَاخُ: مدینے کے نواح میں واقع وادئ عقیق میں ایک جگہ۔

الاَشْعَرُ: مکے اور مدینے کے درمیان حجاز کا ایک مشہور پہاڑ۔

اصحاب الایکہ: اس سے اصحاب مدین یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا، اپنے پیغمبر حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی، اور ناپ تول میں کمی کر کے اپنے ساتھ زیادتی کی اور دوزخ کے مستحق بنے، ان کی بستی بھی قوم لوط کی بستی کے قریب تھی، ان کو عذاب یوم الظلہ (سائے کے دن کا عذاب) سے ہلاک کیا گیا۔

اُضَاعَی: بلاد عُذْرَة میں ایک وادی۔

الاَضْوَجُ: مدینے میں جبل احد کے قریب ایک جگہ۔

اَضْوَخُ: یمن میں زبید کے نواح میں واقع قلعوں میں سے ایک قلعہ۔

اَطْحَلُ: مکے کے ایک پہاڑ کا نام۔

اَطْرَبُ: حنین کے قریب ایک جگہ۔

اُطُمُ: قلعہ، اس کی جمع آطَام آتی ہے، مدینے کے قلعوں کو اکثر اسی نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اُطُمُ الاَضْبَط: الاَضْبَطُ بن قُرَیْع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا قلعہ۔

اَعْشَارُ: مدینے کی وادئ عقیق میں ایک جگہ۔

اَعْشَاشُ: بلاد بنی تمیم میں بنی یربوع بن حنظلہ کی ایک جگہ۔

الاَغْلَابُ: مکہ اور ساحل بحر کے درمیان عک بن عدنان کی زمین۔

اَغْیَارُ: مدینے اور فید کے درمیان بلاد غطفان میں ایک پہاڑ۔

الاَفْرَاقُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

الاُقْحُوَانَة: مکے کے قریب بئر میمون اور بئر ابن ہشام کے درمیان ایک جگہ، بصرہ اور النِبَاج کے درمیان

ایک جگہ، بلاد بنی تمیم کی ایک مشہور جگہ، بلاد بنی یَرْ بُو ع میں پانی کی ایک جگہ، ارض دمشق میں بحیر طبریہ کے کنارے پر، اردن کی ایک جگہ۔

اَقُرٌ: عرفات میں ایک جگہ یا پہاڑ کا نام۔

الاَقْرَع: مکے اور مدینے کے درمیان جبل الاشعر کے قریب ایک پہاڑ۔

اَلاَبٌ: مدینے کے قریب دیار مزینہ میں ایک وسیع جگہ۔

اُلاَتٌ: مدینے کے نواح میں وادیٔ اضم میں ایک چشمے کا نام۔

اَلاَلُ: عرفات کے ایک پہاڑ کا نام۔

اَلْجَامُ: مدینے کی چراگاہوں میں سے ایک جگہ۔

اَلْعَسُ: دیار بنی عامر بن صعصعہ میں ایک پہاڑ کا نام۔

اَلْمَلَمْ: اس کو یَـلَـمْـلَـمْ بھی کہتے ہیں، مکے سے دو رات کی مسافت پر جبال تہامہ کا ایک پہاڑ جو اہل یمن، پاکستان، ہندوستان اور چین کے حاجیوں کی میقات ہے۔

اَلْیَلُ: اس کو یَلْیَلُ بھی کہا جاتا ہے۔ ینبع اور العذ یبہ کے درمیان ایک وادی۔

اُمُّ رُحْمٍ: مکہ معظّمہ کے ناموں سے ایک نام۔

اِمَّرَۃُ: بصرہ سے مکہ جانے والے راستے کی ایک منزل کا نام جو رَامَۃ کے بعد آتی ہے، اور یہ مَـنْـهَـل ہے، یعنی راستے پر پانی پینے کی جگہ۔

اُم العِیَال: مکے اور مدینے کے درمیان تہامہ کے پہاڑ آرَۃ کے دامن میں ایک بستی۔

اُمُّ القُرٰی: مکے کے ناموں میں سے ایک نام، کہا جاتا ہے کہ جزیرۃ العرب میں سب سے قدیم بستی ہونے کی بنا پر مکے کو اس نام سے موسوم کیا گیا، ابن دُرَیْـد کہتے ہیں کہ مکہ چونکہ زمین کے وسط میں واقع ہے اس لئے اس کو ام القریٰ کے نام سے موسوم کیا گیا۔

اِنْتَانُ: طائف کے قریب ایک جگہ جو ہوازن وثقیف کے درمیان واقع تھی۔

اُوَارَۃُ: بنی تمیم کے ایک پہاڑ یا پانی کی ایک جگہ کا نام۔

اَلْاَوَاشِحُ: بدر کے قریب ایک جگہ، امیۃ بن ابی صلت نے اپنے مرثیئے میں اس کا ذکر کیا ہے، جو اس نے مشرکین کے مقتولین بدر کے لئے لکھا تھا۔

اِهَابُ: مدینے کے قریب ایک جگہ، صحیح مسلم کی ایک روایت میں دجال کی خبر میں اس کا ذکر آتا ہے۔

الاُھْمُوْلُ: یمن میں زَبِید کے نواح میں ایک بستی۔

اَلاْیکَۃُ: بن، درختوں کا جھنڈ، گھنا جنگل۔

اِیْلِیَاءُ: بیت المقدس شہر کا نام، کہا جاتا ہے کہ ایلیا کے معنی بیت المقدس کے ہیں۔

الاَیُمُ: حمی ضریہ کے قریب ایک سیاہ پہاڑ، کہا جاتا ہے کہ یہ دیار بنی عبس میں ایک سیاہ پہاڑ کا نام ہے۔

اَیْنُ: مکے اور مدینے کے درمیان اضم اور بلاد جہینہ کے قریب ایک بستی جہاں پانی کے چشمے ہیں۔

باب الباء

بَاجَبَّارَۃ: مدینۃ الموصل کے مشرقی جانب ایک میل پر ایک بڑی بستی۔

بَارِنُجَان: بحرین کا ایک شہر جو ۱۳ یا ۱۴ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں علا بن الحضرمی کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

البَثْرَاءُ: ایک پہاڑ کا نام۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک درخت کا نام ہے جس کا ذکر غزوۃ الرجیع میں آتا ہے۔

بُجْدَانُ: مدینے سے مکے کے راستے میں ایک پہاڑ کا نام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ جب آپ بُجْدَان پر پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بجدان ہے، المفرّ دون سبقت لے گئے، صحابہ نے عرض کیا مفردون کون ہیں؟ فرمایا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔

بَدْوَۃُ: نجد میں بنی عَجلان کے ایک پہاڑ کا نام۔

بَدِیْعٌ: وادی القریٰ کے قریب پانی کی ایک جگہ جہاں کھجوریں اور جاری چشمے ہیں۔

بِرَاقُ ثَجْرٍ: وادی القریٰ کے قریب ایک جگہ۔

بِرَاقُ خَبْتٍ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک صحرا۔

بِـرَامٌ و بَـرَامٌ: حرہ کے قریب بقیع کے نواح میں بلاد بنی سلیم میں ایک پہاڑ، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مدینے سے ۲۰ فرسخ (۶۰ میل) کے فاصلے پر ہے۔

البَرَّۃُ: اس جگہ کا نام جہاں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا، زمزم کے ناموں میں سے ایک نام۔

البَرَّتَانِ: یمامہ میں دو بستیاں، ایک کو البرۃ العلیا اور دوسری کو البرۃ السفلیٰ کہتے ہیں۔

بَرْثَانُ: مَلَلُ اور اولات الجیش کے درمیان ایک وادی، بدر جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں

سے گزرے تھے۔

بَرجٌ: مدینے میں بنی نضیر میں سے بنو القِمَّعَۃُ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ۔

بَرقٌ: خیبر کے قریب ایک بستی۔

البُرقَۃُ: ایسا پہاڑ جس میں ریت ملی ہوئی ہو۔

البَرُوْدُ: ملل اور طرف کے درمیان ایک جگہ جو جہینہ کے پہاڑی علاقے میں ہے، رابغ کے قریب ایک جگہ۔

البُریْراءُ: بنی سلیم ابن منصور کے پہاڑوں کے ناموں میں سے ایک نام۔

بُرَیکٌ: یمامہ کا ایک شہر، عدن کے راستے میں ایک جگہ، جو عدن کے حاجیوں کی انیسویں اور بیسویں منزل کے درمیان ہے۔

بُرَیْمٌ یا بَرِیْمٌ: حجاز میں مکہ کے قریب ایک وادی۔

بُزَاخَۃُ: ارض نجد میں قبیلہ طَےِّءُ کے پانی کی جگہ، بنی اسد کے پانی کی جگہ جہاں حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں طُلَیْحہ بن خُوَیْلَدْ الاسدی کے ساتھ ایک بڑا معرکہ ہوا تھا۔

بُزْرَۃُ: مدینے سے ۳ دن کی مسافت پر، مدینے اور رُوَیْثَۃ کے درمیان ایک جگہ۔

بَسَّاسَۃُ: زمانۂ جاہلیت میں مکہ کا ایک نام۔

بُسَاقٌ: عرفات میں ایک پہاڑ کا نام، کہا جاتا ہے کہ یہ مدینے اور الجار کے درمیان ایک وادی ہے، التیہ اور ایلہ کے درمیان ایک گھاٹی یا پہاڑ

بَسْبُطُ: تہامہ یا جبال السراۃ میں ایک پہاڑ۔

بَسَلُ: طائف کی وادیوں میں سے ایک وادی۔

بَصَّۃُ: زمزم کے ناموں سے ایک نام۔

بَعْلٌ: مدینے سے شام کے راستے میں ایک پہاڑ۔

بَغْثُ: خیبر میں بُغَیْثُ کے قریب واقع ایک وادی کا نام۔

بُغَیثُ: خیبر کے قریب ایک وادی کا نام۔

البَقَّالُ: مدینے میں ایک جگہ۔

بَقیْعُ الخَیْلِ: دار زید بن ثابت کے قریب مدینے کے قریب ایک جگہ جہاں احد کے مقتولین مدفون ہیں۔

بَقِیْعُ الزبیر: مدینے کا ایک قبرستان۔

بَقِیْعُ الغَرْقَدِ: بقیع کا اصل نام، اہل مدینہ کا قبرستان، جنت البقیع۔

بَکَّۃُ: مکہ معظّمہ، بطن مکہ کا نام۔

البَکْرَانُ: ضریہ کے نواح میں ایک جگہ، ضریہ اور مدینے کے درمیان سات میل کی مسافت ہے۔

بَلْدُوْدُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

بَلَسُ: بلا دمُحارب بن خَصَفَةَ میں ایک سرخ پہاڑ۔

بَنَاتٌ: نجد کے اطراف میں بنی دُھْمَان کے پانی کی جگہ۔

بَنَانَۃُ: بنی اسد بن خُزَیْمَہ کے پانی کی ایک جگہ، بلاد غطفان میں ایک جگہ۔

بَنُوْ مَغَالَۃَ: مدینے میں انصار کی بستیوں میں سے ایک بستی۔

البَنِیَّۃُ: مکے کے ناموں میں سے ایک نام۔

بُوَانَۃُ: ینبع سے آگے ساحل بحر کے قریب ایک پہاڑی سلسلہ۔

بَھَائِمُ: حمی ضریہ کے پاس ایک ہی رنگ کے دو پہاڑ۔

بِئْرُ جُشَمُ: مدینے کے ایک کنویں کا نام۔

بِئْرُ جَمَلُ: مدینے میں ایک جگہ جہاں اہل مدینہ کے اموال یعنی جانور (اونٹ وغیرہ) رہتے تھے۔

بِئْرُ الدُّرَیْک یا الدُّرَیْق: مدینے کا ایک کنواں۔

بِئْرُ اَرْمَا: مدینے سے تین میل پر واقع ایک کنواں، اسی کے قریب غزوۂ ذات الرقاع ہوا تھا۔

بِئْرُ الاَسْوَدِ: مکہ کا ایک کنواں جو اسود بن سفیان بن عبدالاسد المخزومی کی طرف منسوب تھا۔

بِئْرُ غَدَقٌ: مدینے میں بَلَوِیِّین کے قلعے کے قریب میٹھے اور خوش گوار پانی کا ایک کنواں۔

باب التاء

تَبَعَۃُ: ارض طائف میں جِلْذَانُ کا ایک پہاڑی سلسلہ۔

تَبْنَانُ: یمامہ کی ایک وادی کا نام۔

تَثْلِیْثُ: مکے کے قریب حجاز میں ایک جگہ۔

تَثْنِیثُ: السراۃ میں ازدشنوءۃ کے مساکن میں ایک جگہ۔

تَرْجُ: حجاز میں ایک پہاڑ جہاں کثرت سے شیر ہوتے تھے، مکے اور یمن کے درمیان ایک وادی میں بیشہ کے قریب ایک بستی، یمن کے راستے میں تبالہ کے ایک جانب ایک وادی۔

تُرَنُ: مکہ اور عدن کے درمیان موزع کے قریب ایک جگہ، جو عدن کے حاجیوں کی پانچویں منزل ہے۔

تَصِیلُ: دیار بنی ہذیل میں ایک کنواں۔

تَضَارُعُ: تہامہ میں بنی کنانہ کا ایک پہاڑ، واقدی کہتے ہیں کہ وادی العقیق میں ایک پہاڑ ہے۔

تُضَاعُ: حجاز میں ثقیف اور ہوازن کی ایک وادی۔

تَضْرُعُ: مکہ کے قریب کنانہ کا ایک پہاڑ۔

تِعَارُ: بلاد قیس میں ایک بلند پہاڑ کا نام جس میں کوئی چیز نہیں اگتی، اس کے آس پاس پانی نہیں ہے۔

تِعْشَارُ: دہناء کے قریب بنی ضبہ کے پانی کی ایک جگہ۔

تَعْنُقُ: خیبر کے قریب ایک بستی۔

تَنْضُبُ: مکہ کے قریب نخلہ کے بالائی حصے میں ایک بستی۔

تَنُوقُ: مکہ کے قریب نَعْمَانُ میں ایک جگہ۔

باب الثاء

ثِبَارُ: خیبر سے چھ میل پر ایک جگہ جہاں عبداللہ بن اُنیس نے اُسَیر بن رِزَام یہودی کو قتل کیا تھا۔

الثَّعْلَبِیَّةُ: کوفے سے مکہ کے راستے کی ایک منزل۔

ثَقَبَةُ: مکہ میں ثبیر اور حرا کے درمیان ایک پہاڑ جس کے نیچے کھیتی باڑی ہوتی ہے۔

الثُّمَامَةُ: بدر جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک منزل جو السیالہ اور فرش کے درمیان واقع تھی۔

باب الجیم

جُدُّالاثَافِیْ: مدینے کی وادیٔ عقیق میں ایک جگہ۔

جَدَدُ: بلاد بنی ہذیل میں ایک جگہ۔

جَدُوْدُ: ارض بنی تمیم میں حزن بنی یربوع کے قریب یمامہ کی سمت میں ایک جگہ کا نام۔

جُرَابُ: پانی کی ایک جگہ، قدیم مکہ کا ایک کنواں۔

جُرَادُ: دیار بنی تمیم میں المَرُّدٰت کے قریب پانی کی ایک جگہ، حصین بن مشمت ایک وفد لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اسلام کی بیعت کی اور اپنا مال آپ کو صدقہ کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پانی کی متعدد جگہوں کا ایک قطعہ عنایت فرمایا ان میں جراد بھی تھا۔

الجَرَدُ: دیار بنی سُلیم میں ایک پہاڑ۔

جَزْلٌ: مکہ کے قریب ایک جگہ۔

جُعْفِيٌّ: یمن میں صنعاء سے ۴۲ فرسخ (۱۲۶ میل) کے فاصلے پر ایک جگہ جس کی طرف مذحج کی ایک شاخ منسوب ہے۔

الجفرُ: مدینے کے قریب ضریہ کے نواح میں ایک جگہ۔

جَفْنٌ: طائف کے نواح میں ایک جگہ۔

جِلْذَانُ: طائف کے قریب لِیَّۃ اور سَبَــلْ کے درمیان ایک جگہ۔ یہاں ہوازن کے بنونصر بن معاویہ رہتے تھے۔

الجَلَعْبُ: مدینے کے نواح میں واقع ایک پہاڑ کا نام۔

الجَوارُ: مدینے کے قریب دیار مزینہ میں ایک جگہ۔

الجُوْدِيُّ: موصل میں دریائے دجلہ کے مشرقی جانب ایک طویل پہاڑ، طوفان کے بعد اسی پہاڑ پر حضرت نوح کی کشتی ٹھہری تھی۔

الجَوْلَانُ: دمشق کے نواح میں ایک پہاڑ۔

جَوْنَۃٌ: مکہ اور طائف کے درمیان ایک بستی۔

جِهَارُ: ہوازن کا ایک بت جو عطاظ میں نصب تھا۔

جِيٌّ: مکہ اور مدینے کے درمیان رُوَیْثَہ کے قریب ایک وادی کا نام۔

جَيْرَۃٌ: حجاز میں دیار کنانہ میں ایک جگہ، کہا جاتا ہے کہ یہ مکہ کے ساحل پر ہے۔

جَيْرَمُ: اصحاب کہف کے غار کا نام۔

الجِيفَۃُ: مدینے اور تبوک کے درمیان ایک جگہ جہاں تبوک جاتے ہوئے آپ نے ایک مسجد بنائی تھی۔

باب الحاء

حَاطِبٌ: مدینے اور خیبر کے درمیان ایک راستہ جس کا ذکر غزوہ خیبر میں آتا ہے۔

حَبْرُوْنُ: بیت المقدس میں وہ بستی جس میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کی قبریں ہیں، بعد میں اس کا نام الخلیل عام ہوگیا۔

حُبُسٌ: بنی سلیم کے پتھریلے علاقے اور سوارقیہ کے درمیان ایک جگہ۔

حَثْمَۃُ: مکہ میں حزورہ کے قریب ایک جگہ، اب یہ جگہ حرم کی توسیع میں آچکی ہے۔

حَدَّاءُ: جدہ اور مکہ کے درمیان ایک وادی جس میں قلعے اور بہتے ہوئے چشمے اور کھجور کے باغ ہیں۔ آج کل اس کو حَدَّہ کہتے ہیں۔

الحَدَّۃُ: جدہ اور مکہ کے درمیان راستے کے وسط میں ایک منزل، یہ ایک وادی ہے جہاں قلعے، کھجور کے باغ اور بہتے ہوئے چشمے ہیں، زمانہ قدیم میں اس کو الحَدَّاء کہا جاتا تھا۔

الحَدِیْقَۃُ: باغ، اس کی جمع حدائق آتی ہے، ارض یمامہ میں مسیلمہ کذاب کا ایک باغ جس کو وہ لوگ حدیقۃ الرحمٰن کہتے تھے، اسی جگہ مسیلمہ کذاب قتل ہوا تھا، اس لئے اس کو حدیقۃ الموت کہا جانے لگا، مدینے کے قریب مکہ کے راستے میں بھی حدیقہ نام کی ایک بستی ہے، جہاں اسلام سے پہلے اوس اور خزرج قبائل کے درمیان ایک جنگ لڑی گئی تھی۔

الحِذْرِیَۃُ: بنی سُلَیم کے دو پتھریلے علاقوں میں سے ایک کا نام۔

الحُذُنَّۃُ: ارض بنی عامر بن صعصعہ کا نام، یمامہ کے قریب وادیٔ حائل سے متصل ایک جگہ کا نام۔

الحَذِیَّۃُ: مکہ کے قریب ایک پہاڑی سلسلہ کا نام۔

حَرْثٌ، حُرُثٌ: کھیتی، مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

حَرَّۃُ تَبُوْک: وہ جگہ جہاں غزوۂ تبوک ہوا تھا۔

حَرَّۃُ النار: حرۃ لیلیٰ کے قریب مدینے کی طرف ایک جگہ، کہا جاتا ہے کہ بنی سلیم کا حرۃ ہے جو خیبر کے نواح میں واقع ہے۔

حُرُضٌ: احد کے قریب مدینے کی ایک وادی۔ نقرہ کے قریب بنی عبداللہ بن غطفان کی وادی کا نام۔

الحُرَیْرَۃُ: نخلہ کے قریب مکہ اور ابواء کے درمیان ایک جگہ جہاں واقعات الفجار میں سے چوتھا واقعہ پیش آیا۔

حَسْنَا: ینبوع کے قریب ایک پہاڑ، العُذَیبَۃُ اور الجار کے درمیان ایک صحرا۔

الحَشَا: مکہ اور مدینے کے درمیان ابواء میں ایک پہاڑ، دیار طیّ ء میں ایک جگہ۔

حِشَّانٌ: مدینے میں راستے کے دائیں جانب، شہدا کی قبروں کی طرف یہود کے قلعے۔

حَفْیَاءُ: مدینے سے چھ یا سات میل پر ایک جگہ۔

حَفِیْرٌ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک جگہ، اردن میں ایک نہر کا نام، غطفان کے پانی کی جگہ، بصرہ سے مکہ جانے والوں کی پہلی منزل۔

الحُفَیْرُ: ذوالحلیفہ اور ملل کے درمیان حاجیوں کی ایک منزل، باہلہ کے پانی کی ایک جگہ، اس کے اور بصرہ کے درمیان چار میل کی مسافت ہے۔

الحَلائِقُ: ایسا کنواں جس میں پانی نہ ہو۔ اس کا ذکر غزوۂ ذی العشیرہ میں آتا ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطحاء ابن ازہر سے چلے اور حلائق میں بائیں جانب اترے، بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ الخلائق ہے، یعنی خا کے ساتھ۔

حَلَبَانُ: یمن میں نجران کے قریب ایک جگہ، بنی قشیر کے پانی کے مقامات میں سے ایک مقام۔

حَلْحُولُ: بیت المقدس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے درمیان ایک بستی۔ اسی میں حضرت یونس علیہ السلام کی قبر ہے۔

الحَمَاتَانُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

الحُمَیْرَاءُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ جہاں کھجور کے باغات ہیں۔

حَوْصَاءُ: وادی القریٰ اور تبوک کے درمیان ایک جگہ، تبوک جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قیام فرمایا تھا اور جس جگہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی وہاں ایک مسجد ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس جگہ کا نام حوضا (ض سے) ہے۔

حَیْفَاءُ: مدینہ میں ایک جگہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہاں گھڑ دوڑ ہوتی تھی۔

الحَیْلُ: مدینہ اور خیبر کے درمیان ایک جگہ۔ اسی کے قریب غابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرتے تھے جہاں عُیَیْنَۃ بن حصن الفزاری نے ۶ھ میں غارت ڈالی تھی۔

باب الخاء

خَاصٌ: خیبر میں دو وادیاں تھیں، ایک وادی السُّرَیْر اور دوسری وادی خاص۔

خَبْءٌ: مدینے میں قباء کی جانب ایک وادی۔

الخُرْجَانِ: مدینے کے نواح میں پانی کی ایک جگہ۔

خُرَیْمٌ: مدینہ اور جار کے درمیان دو پہاڑوں کے مابین ایک پہاڑی راستہ (ثنیہ) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مدینہ اور روحاء کے درمیان ہے، بدر سے واپس آتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی راستے سے گزرے تھے۔

الخَزَّامِیْنُ: مدینہ کا ایک مشہور بازار۔

خُشَیْنٌ: ارض شام میں وادی القریٰ سے آگے حِسْمیٰ کے قریب ایک بستی یا جگہ، جہاں چھ ہجری میں زید بن حارثہ کا سریہ بھیجا گیا تھا۔

الخَصَاصَۃُ: حجاز اور تہامہ کے درمیان دیار بنی زُبَیْد و بنی الحارث ابن کعب میں ایک شہر جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھ پر ۱۲ ہجری میں فتح ہوا تھا۔

خَطْمَۃُ: مدینے کے بالائی علاقے میں ایک جگہ۔

الخِطْمِیّ: تبوک کے راستے میں ایک جگہ جہاں غزوۂ تبوک کے لئے جاتے ہوئے آپ نے ایک مسجد بنائی تھی۔

الخَلَائِقُ: مدینے کے نواح میں عبداللہ ابن احمد بن جحش کی زمین کا نام۔

خُلَائِلُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

خَلْصٌ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک وادی جس میں بہت سی بستیاں اور کھجور کے باغات ہیں۔

خُلَیْصٌ: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک قلعہ۔

خَلِیْقَۃُ: دیار سلیم اور مدینے کے درمیان مدینے سے ۱۲ میل پر ایک منزل (مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ) مکہ اور یمامہ کے درمیان راستے کے ساتھ بنی مجلّان کے پانی کی ایک جگہ۔

خَمَّرُ: مدینے میں ایک پہاڑی درہ۔

خَوعٌ: خیبر کے قریب ایک مشہور پہاڑ یا جگہ۔

خَولَانُ: یمن کا ایک علاقہ جو خولان بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ بن مالک بن عمرو بن مرۃ بن زید بن مالک بن حمیر بن سبأ کی طرف منسوب ہے۔ ۱۳ یا ۱۴ ہجری میں حضرت عمر کے دورِ خلافت میں فتح ہوا۔

خَیاذانُ: مدینے کی بستیوں میں سے ایک بستی۔

خَیمٌ: مدینے اور دیار غطفان کے درمیان ایک جگہ۔

باب الدال

دَارَا: نصیبین اور ماردین کے درمیان پہاڑ کے دامن میں ایک شہر، طبرستان کے پہاڑوں میں ایک قلعہ، دیار بنی عامر میں ایک وادی۔

دَارَاءُ: بحرین کے نواح میں ایک مشہور جگہ، اس کا ذکر عبدالقیس کے وفد میں آتا ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

دار السلام: بغداد۔

دَارُ العَجَلَۃ: دار سعید بن سعد بن سہم، یہ دار الندوہ سے پہلے بنایا گیا تھا، کہتے ہیں کہ یہ پہلا دار ہے جو قریش نے مکہ میں بنایا، ابن الکلبی کہتے ہیں کہ قریش نے سب سے پہلے دار الندوہ بنایا تھا۔

دار القَضَاء: مدینے میں مرداں بن حکم کا دار، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملکیت تھا، حضرت عمر کی شہادت کے بعد ان کے ذمے قرض کی ادائیگی میں اس کو فرخت کر دیا گیا تھا۔

دَارُ القَوارِیرُ: ابتدا میں یہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی ملکیت تھا، پھر عباس بن عتبہ بن ابی لہب بن عبد المطلب اور اس کے بعد ام جعفر زبیدۃ بنت ابی الفضل بن المنصور کا ہو گیا، اس کی بنیاد میں قواریر (موتی) استعمال کئے گئے تھے اس لئے اس کو قواریر سے منسوب کر دیا گیا۔

دَارُ نَخلَۃ: اس کا ذکر حدیث میں آتا ہے اور یہ سوق المدینہ میں واقع تھا۔

دَارۃُ قُرح: وادی القریٰ کے قریب ایک جگہ جہاں قوم عاد ہلاک ہوئی تھی۔

دَاءَۃٌ: مکہ کے نواح میں نخلۃ الشامیہ اور نخلۃ الیمانیہ کے درمیان ایک پہاڑ کا نام۔

دَحلٌ: خَزنُ بنی یربوع کے قریب ایک جگہ۔

دُخّلُ: مدینے کے قریب ظلم اور ملحتین کے درمیان ایک جگہ۔

دَسُمٌ: مکہ کے قریب ایک جگہ۔

دَعَانُ: مدینے اور ینبع کے درمیان ایک رات کی مسافت پر ایک وادی۔

دُفاقٌ: مکہ کے قریب ایک جگہ۔

دَقْرَانُ: الصفراء میں ایک وادی، بدر میں ایک پہاڑی درہ۔

دُلامَۃَ (اَبُو): حجون میں مکہ کا ایک طویل پہاڑ، ایک شاعر کا نام۔

الدُّو دَاءُ: مدینے کے قریب ایک جگہ۔

دَوُرَانُ: قدید اور جحفہ کے درمیان ایک جگہ۔

ذُو السَّلَاسِلُ: دیکھیے السَّلَاسِلُ۔

ذُو مَحْبَلَۃُ: دیکھیے مَحْبَلَۃُ۔

ذوُ مَرخٌ: دیکھیے مَرخٌ۔

ذَھْبَانُ: ذی المروہ کے زیریں حصے میں جہینہ کا ایک پہاڑ، جُدّۃُ اور قدید کے درمیان ایک ساحلی بستی۔

الرُّبَا: مکہ اور مدینے کے راستے میں ابواء اور سقیا کے درمیان ایک جگہ۔

رَبَابٌ: مکہ میں بئر میمون کے قریب ایک جگہ، مدینے اور رفید کے درمیان راستے کے ساتھ ایک پہاڑ۔

رَبَذُ: الرَّبَذَۃ کے قریب ایک پہاڑ۔

الرَّبِیْعُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

الربیع (یوم): ایام الاوس والخزرج میں سے ایک یوم۔

الرَّجِیْعَۃُ: بنی اسد کے پانی کی ایک جگہ۔

الرِّحْضِیَّۃُ: مدینے کے نواح میں انصار کی ایک بستی کا نام، یہاں بہت سے کنویں، زراعت کی کثرت اور کھجور کے باغات ہیں۔

الرُّحَیّبُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ

رُحَیَّۃُ: جحفہ کے قریب وادیٔ دَوْرَان میں ایک کنواں۔

رِعَانٌ: الصفراء اور ینبع کے درمیان ایک جگہ کا نام جہاں پانی کا چشمہ اور کھجور کے باغ ہیں۔

الرَّقُعَۃُ: وادیٔ قرای کے قریب شُقَّۃ بنی عُذرہ میں ایک جگہ جہاں آپ ﷺ نے ۹ ہجری میں تبوک جاتے ہوئے قیام فرمایا اور مسجد تعمیر فرمائی۔

رَقَمْ: مدینے میں ایک جگہ، دیار غطفان میں ایک پہاڑ۔

الرَّقِیْمُ: لکھا ہوا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے، اصحاب کہف کے نام اور ان کا واقعہ ایک پتھر یا سیسے کی تختی پر کندہ کر کے غار کے منہ پر نصب کر دیا تھا، اسی لئے قرآن کریم نے ان کو اصحاب کہف ورقیم کہا ہے، یہ ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ البلقاء کے قریب اطراف شام میں ایک جگہ کا نام۔ یہی الکھف اور رقیم ہے، اکثر محققین کے مطابق یہ اس بستی کا نام ہے جہاں اصحاب کہف غار میں جانے سے پہلے آباد تھے۔

رُکْبَۃ: طائف کی وادیوں میں سے ایک وادی، مکہ اور عراق کے درمیان ارض بنی عامر میں ایک جگہ۔

رَکْضَۃُ: زمزم کا ایک نام۔

رِمَاحُ (ذات): تبالہ کے قریب ایک جگہ۔

الرَّمْلَۃُ: فلسطین کا عظیم شہر، بحرین میں بنی عبدالقیس کے بنی عامر کی ایک بستی۔

رُمَیْلَۃُ: بصرہ سے مکہ کے راستے میں ضریہ کے بعد مکہ کی طرف ایک منزل، بحرین میں بنی محارب بن عمرو بن وَدِیْعَہ العَبْقَسِیین کی ایک بستی بیت المقدس کی بستیوں میں سے ایک بستی۔

رُوَاوَۃُ: الضرع اور مدینے کے درمیان ایک وادی، جبال مزینہ میں ایک جگہ۔

رِیْمَۃُ: مدینے کے قریب بنی شیبہ کی وادی، جس کے بالائی حصے میں ان کے کھجور کے باغات ہیں۔

باب السین

السَّامِرَۃُ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک بستی۔

سَبِّرُ: بدر اور مدینہ کے درمیان ریت کا ایک ٹیلہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں بدر کا مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا۔

سَدُوْم: قوم لوط کے شہروں میں سے ایک شہر۔

السُّدَیْرَۃُ: ارض حجاز میں جُراذ اور المرّوت کے درمیان پانی کی ایک جگہ، حصین بن مُشَمّت جب

مسلمان ہوکر اپنے صدقات کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دوسرے کنوؤں کے ساتھ یہ کنواں بھی اس کے نام کردیا۔

السُّدَیْقُ: طائف کی وادیوں میں سے ایک وادی کا نام۔

السِّرَرُ: منیٰ میں مَأْزِمَیْنِ میں ایک جگہ، مکہ سے چار میل پر پہاڑ کے دائیں جانب ایک جگہ، جہاں ایک حدیث کے مطابق ایک درخت کے نیچے ستر انبیاء کی ولادت ہوئی، یہ السُّرَرُ کے علاوہ ہے۔

السُّرَیْرُ: حجاز کی ایک وادی، مدینے کے قریب ایک جگہ، الجار کے قریب ایک جگہ، خیبر میں ایک وادی۔

سَعْدٌ: مدینے کے قریب ایک معروف جگہ جہاں غزوۂ ذات الرقاع ہوا تھا، حجاز کا ایک پہاڑ، اس کے اور کدید کے درمیان ۳۰ میل کی مسافت ہے۔

سَعْیَا: مکہ کے قریب تہامہ کی ایک وادی جس کے زیریں حصے میں بنی کنانہ کے لوگ رہتے تھے۔ میں اور بالائی حصے میں ہذیل کے لوگ۔

سَفَا: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

سَکْرَانُ: اَمَج کے زیریں حصے میں ایک وادی جو مدینے کی طرف جانے والے کے بائیں جانب پڑتی ہے، مدینے کا ایک پہاڑ، شام کے نواح میں نجد کی سمت میں ایک وادی۔

السَّلامَۃُ: طائف کی بستیوں میں سے ایک بستی، جہاں رسول اللہ ﷺ کی ایک مسجد ہے، اس کے ایک جانب ایک قبہ ہے، جس میں ابن عباس اور ان کی اولاد کے کچھ لوگوں کی قبریں ہیں، رضی اللہ عنہم۔

السَّلائِلُ (ذو): الفُرْع اور مدینے کے درمیان ایک وادی۔

سُمْنَۃُ: مدینے اور شام کے درمیان وادی القریٰ کے قریب پانی کی ایک جگہ۔ ایک سمنہ جُرش کے نواح میں بھی ہے۔

سُمَیْحَۃُ: مدینے کے ایک قدیم کنویں کا نام، جس میں بہت زیادہ پانی تھا۔ قدید کے نواح میں ایک کنواں۔

سُمَیْرَۃُ: حنین کے قریب ایک وادی جہاں شوال ۸ ہجری میں غزوۂ حنین کے موقع پر بنو ہوازن کا نامور اور ماہرِ فنِ حرب دُرَیْد بن صِمّہ قتل ہوا تھا۔

سُوَارِقُ: مدینے کے نواح میں السوارقیۃ کے قریب ایک وادی۔

السُّوَیْدَاءُ: مدینے سے دو رات کی مسافت پر شام کے راستے میں ایک جگہ۔

سُوَیْمِرَۃُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

سَیْنَاءُ یا سِیْنَاءُ: شام میں ایک جگہ کا نام جس کی طرف جبل طور (طور سیناء) منسوب ہے، اسی پہاڑ پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

باب الشین

شَتَانٌ: مکہ میں کَدَاءُ اور کُدَیٌّ کے درمیان ایک پہاڑ۔ کہا جاتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں رات گزاری تھی، پھر کداء سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

الشَّرْعَبِی: مدینے میں یہود کے قلعوں میں سے ایک قلعہ۔

الشُّطْآنُ: مدینے کی وادیوں میں سے ایک وادی۔

الشَّطِیْنُ: ابواء اور جحفہ کے درمیان ایک وادی۔

شَطَا: مکہ کے قریب ایک پہاڑ۔

شِعْبُ الاِنْتَانِ: دیکھئے اِنْتَانُ۔

شُفَیَّۃُ: ایک قدیم کنویں کا نام جو مکہ میں تھا۔

شُقَّۃُ بنی عُذْرَۃ: وادی القریٰ کے قریب ایک جگہ، غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے گزرے تھے اور یہاں موضع الرَّقُعَۃُ میں ایک مسجد بنائی تھی۔

شَمْلُ: مکہ سے دورات کی مسافت پر ایک پہاڑی راستہ۔

شَنُوْکَۃُ: بدر کے راستے میں ایک پہاڑ کا نام، بدر کے موقع پر آپ ﷺ یہاں سے گزرے تھے۔

شَنُوْءَ ۃُ: یمن میں ایک بستی جو صنعاء سے ۴۲ فرسخ (۱۴۶ میل) کے فاصلے پر ہے، ازد کے قبائل اس کی طرف منسوب ہے، ازد چار قسم کے ہیں، ۱۔ازد شنوءۃ، ۲۔ازد السراۃ، ۳۔ازد غسان، ۴۔ازد عُمان۔

شَوَانٌ: مکہ کے قریب وادی تُرَبَۃ کے پاس دو پہاڑ جن کو شوانان کہا جاتا ہے، شوان اس کا واحد ہے۔

شَوْطَیٰ: مدینے کی وادی العقیق میں ایک جگہ، بنی سلیم کے پتھریلے علاقے میں ایک جگہ،

باب الصاد

صَحنٌ: بلاد سلیم میں سوارقیۃ سے اوپر کی جانب ایک پہاڑ، یہاں گندم اور جو کی کاشت ہوتی تھی۔

صُدَارٌ: مدینے کے قریب ایک جگہ۔

الصَّفرَوَاتُ: مکہ اور مدینے کے درمیان مرا ظَّهرَان کے قریب ایک جگہ۔

صَفِینَۃُ: مدینے میں بنی سالم اور قبا کے درمیان ایک جگہ۔

صَلاحِ: مکہ کے ناموں میں سے ایک نام۔

الصُّلصُلَۃُ: ماوان اور رَبَذَہ کے درمیان بنی محارب کے پانی کی ایک جگہ۔

صَوَرَی: بلاد مزینہ میں مدینے کے قریب ایک وادی یا پانی کی جگہ۔

باب الضاد

ضَاحِکٌ و ضُوَیحِکٌ: مدینے کے ایک پہاڑ کا نام، مدینے اور ضویحک کے درمیان ایک اور پہاڑ ہے، ان دونوں پہاڑوں کے درمیان وادیٔ یَیِن واقع ہے۔ یمامہ کے نواح میں بھی اسی نام کی ایک وادی ہے۔

ضَاسٌ: مدینہ اور ینبع کے درمیان ایک جگہ۔

باب الطاء

طَلَحُ: مدینے اور بدر کے درمیان ایک جگہ، مکہ اور یمامہ کے درمیان ایک جگہ کا نام۔

طُویٰ: طور سینا کی مقدس وادی کا نام، جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا، قرآن کریم نے اس کو وادیٔ ایمن بھی کہا ہے۔

طُورُ: ایلہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔

طُورِ سَینَا: بحر قلزم کے دو شاخے کے درمیانی حصے کو جزیرہ نمائے سینا کہا جاتا ہے، اس جزیرے کے جنوبی کنارے پر طور سینا پھیلا ہوا ہے، اگر جدہ سے سمندر کے راستے مصر جائیں تو پہاڑ

داہنے ہاتھ پر پڑتا ہے۔

طَیْبَۃُ: مدینہ منورہ کا ایک نام۔

باب العین

عَاصٌ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک عظیم وادی۔

عَائِدٌ: مکہ اور مدینے کے درمیان سقیا سے ایک میل پہلے ایک وادی۔

عَتُّوْدٌ، عَتُوْدٌ: مدینے سے ایک مرحلے کی مسافت پر السیالۃ اور ملل کے درمیان ایک پہاڑ کا نام۔

العَتِیْقُ: بیت اللہ کا نام۔

عَثْمَانُ: مدینے سے شام کے راستے میں مدینہ اور ذی المرُوۃ کے درمیان ایک پہاڑ۔

عُذْنَۃُ: ملل کے قریب ایک پہاڑی راستہ، اس کا ذکر مغازی میں آتا ہے۔

عِسَابٌ: مکہ کے قریب ایک جگہ۔

عَسْجَرٌ: مکہ کے قریب ایک جگہ۔

عَشَمٌ: مکہ اور مدینے کے درمیان ایک جگہ۔

عُفَارِیَۃُ: ملل اور روحاء کے درمیان السیالہ میں ایک سرخ پہاڑ۔

العُلا: وادی القریٰ کے نواح میں ایک جگہ کا نام، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے جاتے ہوئے ٹھہرے تھے اور مسجد بنائی تھی، ایک العلا دیار غطفان میں بھی ہے۔

العَوَالِیُ: مدینے سے ۳،۴ میل پر ایک بلائی زرخیز جگہ۔

عُوَیْصٌ: دیکھئے عَاصٌ۔

عَیْنَانِ: مدینے میں جبل احد کا زمین پر پھیلا ہوا سلسلہ، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ احد کے قریب دو پہاڑ ہیں۔

باب الغین

غُبَرُ: مدینہ اور شام کے درمیان حجر ثمود کے قریب ایک وادی۔

غَدَقٌ: دیکھئے بئر غدق۔

غُرْفَۃ: یمن میں ایک محل کا نام، مکہ کے راستے میں جُرَش اور صعدہ کے درمیان یمن میں ایک جگہ۔

غَرْقَدْ: اہل مدینہ کا قبرستان۔

بقیع الغرقد: دیکھئے غرقد۔

الغِرْنِقْ: حجاز میں ایک جگہ کا نام۔

غُرُنُقْ: ابلیٰ میں معدن بنی سلیم اور السّوَارقیة کے درمیان پانی کی ایک جگہ۔

غُزَیَّۃُ: فید سے ایک دن مسافت پر ایک جگہ۔

غَمْرُ غُزَیَّۃ: جَبَلَۃ کے قریب پانی کی ایک جگہ۔

الغُصْنُ: مدینے کے قریب ایک وادی کا نام۔

الغُوَارَۃُ: الظہران کے ایک جانب ایک بستی جہاں کھجور کے باغات اور چشمے تھے۔

غور تھامہ: ذات عرق سے بحر تک کے علاقے کو کہتے ہیں۔

غور الاُرْدُنْ: شام میں بیت المقدس اور دمشق کے درمیان کا علاقہ، یہ علاقہ چونکہ ارض دمشق اور ارض بیت المقدس سے پست یعنی نشیب میں ہے اسی لئے اس کو غور کہتے ہیں، اس کا طول ۳ دن کی مسافت ہے اور عرض تقریباً ایک دن کی مسافت، اسی کے اندر نہر اردن بہتی ہے۔

غَوْرُ العِمَادْ: دیار بنی سلیم میں ایک جگہ۔

غور مَلَحْ: بنی عدویہ کے پانی جگہ۔

باب الفاء

فَارَانْ: مکہ کے ناموں میں سے ایک نام، توریت میں اس کا ذکر آتا ہے۔

فَارِعْ: مدینے میں ایک قلعے کا نام۔

فَاضِحْ: مکہ میں جبل ابی قبیس کے قریب ایک جگہ، مدینے کی وادی رِئم کے قریب ایک پہاڑ۔

فَائِدْ: طریق مکہ میں ایک پہاڑ کا نام۔

فُتُقُ یا فَتَقْ: طائف کے نواح میں ایک بستی کا نام، کتب مغازی میں اس کا ذکر آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر ۹ ہجری میں قطبہ بن عامر بن حدیدۃ کا سریہ یمن میں تَبَالَۃ کی طرف بھیجا تو وہ

ایک مقام سے گزرے جس کو فتق کہا جاتا تھا۔

فَحلَین: جبل احد میں ایک جگہ۔

الفُرَاءُ: مدینے کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔

الفُرُسُ و الفِرُسُ: خیبر کے راستے میں مدینے اور دیارطیء کے درمیان ایک وادی کا نام۔

فُرَیقَاتُ: مدینے کی وادیٔ عقیق میں ایک جگہ۔

الفَضَاءُ: مدینے میں ایک جگہ۔

الفَغوَۃُ: مکہ اور مدینے کے درمیان جبل آرۃ کے دامن میں ایک بستی۔

فُقَیرٌ: خیبر کے قریب ایک جگہ۔

الفَنِیقُ: مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام۔

باب القاف

القَابِلُ: مکہ میں مسجد الخیف کے بائیں جانب ایک مسجد یا پہاڑ۔

القُبَابَۃُ: مدینے کے قلعوں میں سے ایک قلعہ۔

قَبرٌ: عسفان کے قریب ایک شہر کا نام، اس کو خَیفُ سَلامَ اور خیف ذی القبر بھی کہتے ہیں۔

القَبَلِیَّۃُ: مدینہ اور ینبع کا درمیان پہاڑی سلسلہ، اس کا پست حصہ جو ینبع کی طرف ہے اس کو الغور کہتے ہیں اور جو مدینے کی وادیوں کی طرف ہے اس کو قبلیہ کہتے ہیں، جہینہ میں سے بنی عَرَکُ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام، ابن اسحاق کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قطعہ یعنی معادن القبلیہ اور اس کا نشیبی حصہ وغیرہ بلال بن حارث کو عطا فرمایا تھا۔

القُبَیبَاتُ: طریق مکہ میں وادی السّباع کے بعد پانچ میل پر ایک کنواں یہ بئر المغیثۃ کے علاوہ ہے، بغداد میں ایک محلّہ، بنی تمیم کی منازل میں پانی کی ایک جگہ۔ حجاز میں ایک جگہ۔

قُدسٌ: ارض نجد میں ایک عظیم پہاڑ، قبیلہ مزینہ کے ایک پہاڑ کا نام جو سُقیا کے مقابل ہے۔

القُدسُ: بیت المقدس کا نام۔

القُدَیمَۃُ: مدینے کے ایک پہاڑ کا نام۔

قَرَارٌ: مدینے کے قریب دیار مزینہ میں ایک وادی۔

قِرْسٌ: حجاز کا ایک پہاڑ جو دیار جہینہ میں حرۃ النار کے قریب ہے۔

القُرْنَتَانُ: فید سے دس میل پر ایک جگہ۔

قَلَهَى: مدینے کی وادی ذُوْرَوْلانَ کی بستیوں میں سے ایک بڑی بستی۔

القُنَابَةُ: مدینے میں اُحَیْحَةُ بن الجُلاحَ کا قلعہ،

قُنُفُذُ: کثیر درختوں والی جگہ، گھنے درختوں والی زمین، گھنا جنگل۔

قُنُفُذُ الدُّرَّاج: دیار بنی تمیم میں الدہنا کے جنگلوں میں سے ایک جنگل۔

قُنَیْنَاتُ: حرم مکہ میں ایک جگہ۔

القَوْبَعُ: مدینے کی وادی عقیق میں ایک جگہ۔

قَیْظٌ: مکہ کے قریب سوق نخلہ سے چار میل پر ایک جگہ یا پہاڑ۔

باب الکاف

الکَعْبَةُ: بیت الحرام، بیت اللہ۔

الکَفْتَةُ: بقیع الغرقد کا نام، اہل مدینہ کے قبرستان کا ایک نام۔

کُلاَفٌ: مدینے کی ایک وادی کا نام۔

کَمْلَیٰ: بئر ذَرْوان کا دوسرا نام۔

باب الام

لاَحِجٌ: مکہ کے نواح میں ایک جگہ۔

لُدٌّ: بیت المقدس کے قریب فلسطین کے نواح میں ایک بستی۔ اسی بستی کے دروازے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو پائیں گے اور اس کو قتل کریں گے۔

اللِّیْطُ: اسفل مکہ میں ایک جگہ۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ جس میں، اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ کے لوگ تھے، اسی جگہ سے

مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

باب المیم

المَجْمَعَةُ: بلاد ہذیل میں سے وادیٔ نخلہ میں ایک جگہ۔

مَحْبَلَةُ: مکہ کے قریب صُفَینَةُ میں میٹھے پانی کی ایک جگہ۔

المَحْضَةُ: مکہ اور مدینے کے درمیان جبل آرۃ کے دامن میں ایک بستی۔

المَخْلَفَة: اسفل مکہ میں ایک جگہ۔

مِدْرَانُ: مدینے سے تبوک کے راستے میں ایک جگہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد بنائی تھی اس کو ثنیۃ مدران بھی کہتے ہیں۔

المَذَادُ: مدینے میں وہ جگہ جہاں غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے سے خندق کھدوائی تھی، مدینے کی خندق اور کوہ سلع کے درمیان واقع وادی کا نام۔

المَذْرَاءُ: نعمان میں ہذیل کے ایک پہاڑ کا نام۔

مُذَينِبٌ: مدینے کی ایک وادی کا نام۔

المَرَابِدُ (ذات): مدینے کی وادی العقیق میں سے ایک جگہ۔

مُرَاخ: مزدلفہ کے قریب ایک جگہ، جو جبل کُسَاب کے دامن میں ہے۔

المُرَارُ: حدیبیہ میں وہ پہاڑی راستہ جس پر چڑھ کر مکہ کی طرف اترتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیہ المرار پہنچے تو آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگوں نے کہا کہ اونٹنی بگڑ گئی، آپ نے فرمایا کہ اونٹنی بگڑی نہیں اور نہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اس (خدا) نے روکا ہے جس نے ابرہہ کے) ہاتھی کو روکا تھا۔

المِرْبَدُ: محبس، روکنے کی جگہ، وہ مقام جہاں اونٹ، بکریاں وغیرہ رات کو رہتی ہیں، وہ جگہ جہاں پھل سکھایا جاتا ہے، اس کا ذکر مسجد نبوی کی تعمیر کے ذیل میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد سب سے پہلے آپ نے مسجد نبوی تعمیر فرمائی، حضرت ابوایوب کے گھر کے قریب بنو نجار کی کچھ زمین تھی جہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں، (مرْبَدْ) یہ زمین دو یتیم لڑکوں سہل اور

سہیل کی ملک تھی جو اپنے چچا کے زیر تربیت تھے، آپ نے ان کے چچا کے ذریعے ان سے خرید وفروخت کی گفتگو فرمائی۔ دونوں لڑکے اپنی زمین بلا معاوضہ دینا چاہتے تھے مگر آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمائی اور قیمت ادا کر کے زمین خرید فرمالی، پھر وہاں مسجد تعمیر فرمائی۔

مِربَدُ النَّعَمْ: مدینے سے دو میل پر جانوروں کو رکھنے کی جگہ۔

مَرحَبٌ: ایک بت کا نام جو حضرموت میں تھا، مدینہ اور خیبر کے درمیان ایک راستہ جس کا ذکر غزوۂ خیبر میں آتا ہے کہ راستے کا رہنما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے خیبر کی طرف کئی راستے جاتے تھے، آپ نے اس سے کہا کہ تم ان تمام راستوں کے نام بتاؤ، آپ اچھے ناموں کو پسند فرماتے تھے اور برے ناموں کو ناپسند، پس راہنما نے کہا کہ آپ کے راستے کا نام حَــزنٌ ہے، آپ نے فرمایا کہ ہم اس راستے سے نہیں جائیں گے، اس نے کہا ایک راستے کا نام شَاش ہے، آپ نے فرمایا ہم اس راستے سے بھی نہیں جائیں گے، اس نے کہا ایک راستہ اور ہے جس کو حاطب کہا جاتا ہے، آپ نے فرمایا ہم اس راستے سے نہیں جائیں گے، راہنما نے کہا کہ اب کوئی راستہ نہیں بچا سوائے ایک رستے کے جس کو مَــرحَبٌ کہا جاتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں ہم اس راستے سے جائیں گے۔

مَرخٌ و مَرَخٌ: فدک اور وَابِشِیَۃُ کے درمیان ایک سرسبز وادی جس میں درختوں کی کثرت ہے۔

مَردَانُ: مدینے اور تبوک کے درمیان ایک جگہ جہاں مسجد ثنیۃ المردان کے نام سے ایک مسجد ہے جو رسول اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے سفر میں بنائی تھی۔

مَرسٌ: مدینے میں ایک جگہ۔

مَرغَۃُ: بدر کے راستے میں بدر اور مکہ کے درمیان ایک جگہ۔

المَرُّوذُ: دیار بنی حمزہ میں رابغ کے قریب جحفہ اور ودان کے درمیان ایک جگہ۔

مُرَیخٌ: مدینے میں بنی قینقاع کے یہود کے ایک قلعے کا نام۔

مُرَیذٌ: مدینہ میں بنی خَطمَۃ کا ایک قلعہ

مُزَاحِمٌ: مدینے میں ایک قلعہ کا نام۔

مُزَجٌ: مدینے سے تین فرسخ (۹ میل) پر وادی العقیق میں ایک جگہ جہاں ہمیشہ پانی رہتا ہے،

المَسلَحُ: مدینے کے علاقے میں ایک جگہ کا نام۔

المَشْرِقُ: اعراف کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جو ارض ضبہ میں صَرِیْف اور قُصِیْم کے درمیان ہے۔

المُشَرَّقُ: طائف کے ایک بازار کا نام، کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد خیف ہے،

مِشْعَلٌ: رُوَیْثَة سے مکہ اور مدینے کے درمیان ایک جگہ کا نام۔

المُشَقَّقُ: تبوک کے چشمہ کا نام، تبوک کے سفر کے دوران تبوک پہنچنے سے ایک روز پہلے آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمے پر پہنچو گے، جب تک میں نہ آجاؤں کوئی شخص اس چشمے سے پانی نہ لے، دو آدمی (منافق) چشمے پر پہلے پہنچ گئے اور انہوں نے اس سے پانی لے لیا، آپ جب وہاں پہنچے تو پانی کی ایک پتلی سی دھار بہہ رہی تھی، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے پانی میں ہاتھ ڈالنے کا اقرار کرلیا، آپ ﷺ نے اس پر اظہار ناراضی فرمایا، پھر تھوڑا تھوڑا کر کے پانی کو ایک برتن میں جمع کیا گیا، آپ نے اس پانی سے ہاتھ منہ دھو کر پانی کو دوبارہ چشمے میں ڈال دیا، پانی کا ڈالنا تھا کہ چشمے سے پانی کا فوارہ جاری ہوگیا، جس سے تمام لشکر سیراب ہوگیا، پھر آپ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ اگر تو زندہ رہا تو اس خطے کو باغات سے سرسبز و شاداب دیکھے گا۔

المُصَلّٰی: نماز پڑھنے کی جگہ۔ مدینے کی وادیٔ عقیق میں ایک جگہ۔

مَضْنُوْنَةُ: آب زمزم کا ایک نام۔

المَطَاحِلُ: بلاد غطفان میں حنین کے قریب ایک جگہ۔

مُطَارُ: طائف کی بستیوں میں سے ایک بستی، تبالہ اور اس بستی کے درمیان ۲ رات کی مسافت ہے۔

مُظْعِنٌ: سُقیا اور ابواء کے درمیان ایک وادی۔

المُعْرِقَةُ: وہ راستہ جس سے قریش شام جایا کرتے تھے، وہ راستہ جو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جاتا ہے اور غزوۂ بدر کے موقع پر ابوسفیان کی سربراہی میں قریش کا تجارتی قافلہ اسی راستے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوا تھا۔

مَعُوْنَةُ: مدینے کے قریب ایک جگہ۔

المُغِیْثُ: ایک وادی کا نام جس میں قوم عاد ہلاک ہوئی۔

المَفْجَرُ: ثنیة الخَضْرَاء اور دار زید بن منصور کے پیچھے تک کا علاقہ

مُفْحِلٌ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ۔

مَقَارِیبُ: مدینے کے نواح میں ایک جگہ کا نام۔

المَقَاعِدُ: مدینے میں دار عثمان بن عفان کے قریب دو کانوں کی جگہ۔

مَکْتُومَۃُ: زمزم کے ناموں میں سے ایک نام۔

المَنَاصِعُ: مدینے کے باہر ایک مقام جہاں مدینے کی خواتین رات کے وقت قضائے حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔

مَنَاف: عرب کے بتوں میں سے ایک بت کا نام۔

مَهْجُورٌ: مدینے کے نواح میں پانی کی ایک جگہ۔

مَیْطَانُ: مدینے کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جو الشُوْرَان کے مقابل ہے، یہاں مزینہ اور سلیم کے لوگ رہتے تھے۔

باب النون

نَابِعٌ: مدینے کے قریب ایک جگہ کا نام۔

النَّبَاوَۃُ: زمین کے ہر بلند حصے کو نباوہ کہتے ہیں، طائف میں ایک جگہ، حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں نباوہ کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا۔

النَّسَّاسَۃُ: مکہ کے ناموں میں سے ایک نام۔

نَخْلَتَانِ: نخلہ کا تثنیہ بستان ابن عامر کے دائیں اور بائیں کھجور کے دو باغ ہیں، دائیں باغ کو نخلۃ الیمانیہ اور بائیں باغ کو نخلۃ الشامیہ کہتے ہیں۔

النُّجَیْل: مدینے کے علاقے میں ینبع کے قریب ایک جگہ۔

نَعْمَانُ: مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی یا شہر، عرفات سے دو رات کی مسافت پر ہذیل کی ایک وادی اسی کے ساتھ جبل المَدْرَاء ہے، ارض شام میں الفرات کے قریب ایک وادی۔

نَفِیسٌ: مدینے سے دو میل پر قصر نفیس۔

النُّفَیْعُ: مکہ کا ایک پہاڑ جہاں حارث بن عبید بن عمر بن مخزوم اپنی قوم کے نادانوں کو محبوس کیا کرتا تھا۔

النَّقْعُ: رونے میں آواز کا بلند ہونا، غبار، قتل اور قربانی کرنا، مکہ کے قریب طائف کے اطراف میں

ایک جگہ۔

نَقُعَاءُ: مدینے کے پیچھے نقیع کے بالائی طرف دیار مزینہ میں ایک جگہ، غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس راستے سے گزرے تھے، نجد میں دیار طَیِّء میں ایک جگہ۔

باب الواؤ

وادی النَّمْلُ: چیونٹیوں کی وادی جس کا ذکر سورۃ النمل کی آیت ۱۸ میں ہے، یہ جبرین اور عسقلان کے درمیان واقع ہے۔

واقِمٌ: مدینے کے قلعوں میں سے ایک قلعے کا نام، اسی کے ایک جانب حرۃ واقم ہے۔

الوَتِيرُ: اسفل مکہ میں بنوخزاعہ کے پانی کی ایک جگہ، عرفہ اور وادیٔ اَدام کے درمیان ایک جگہ۔

وَدُعَانُ: ینبع کے قریب ایک جگہ۔

باب الهاء

الهُدَى: یمامہ کے مقابل ایک وادی، اس کا یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا۔

الهَمَّاءُ: مکہ اور طائف کے درمیان نعمان میں ایک جگہ۔

هَيْلاءُ: مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک بلند سیاہ پہاڑ جس سے پتھر کاٹ کر عمارتیں بنائی جاتی ہیں۔

باب الياء

يَرْمُوكَ: شام کے نواح میں ایک وادی جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں اور روم کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔

يَلْبَنُ: مدینے کے قریب ایک پہاڑ کا نام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر محمد اقبال جاوید

مقالاتِ سیرت۔ایک تعارفی جائزہ

گیارہویں، بارہویں قومی سیرت کانفرنس

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان۔اسلام آباد

گیارھویں سیرت کانفرنس ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ/۵، ۶ اکتوبر ۱۹۸۷ء

اس کانفرنس کا مرکزی خیال تھا

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَااسْتَطَعْتُ کی روشنی میں حضور ﷺ کا اصلاح معاشرہ

فہرست مضامین

رسول اکرم ﷺ کی حکمت اصلاح معاشرہ کا ایک گوشہ عفو ودرگزر	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	۱
اصلاح معاشرہ اور معیشت، سیرت طیبہ کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالرشید	۷
پیغمبر اسلام، اور اصلاح معاشرہ	خلیل احمد علیم	۱۷
حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کی کیسے اصلاح فرمائی	خادم حسین شاہ نجم	۲۵
حضور ﷺ اور اصلاح معاشرہ	قاضی چن پیر الہاشمی القادری	۳۵
اصلاح معاشرہ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں	سید حسین علی ادیب	۴۷

(نعتیہ شاعری کے حوالے سے)
اصلاح معاشرہ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں | سید وجاہت رسول قادری | ۶۵
(رزق حلال کے حوالے سے)
اصلاح معاشرہ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں | فضل القدیر ندوی | ۸۱
(اصول واقدار کے حوالے سے)
رسول اللہ ﷺ کی حکمت اصلاح معاشرہ | پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ | ۹۱
پیغمبر ﷺ اسلام اور اصلاح معاشرہ | سرور حسین ایوبی | ۱۰۷
اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں | پروفیسر ڈاکٹر امتیاز احمد | ۱۱۰
اصلاح معاشرہ اور ابلاغ، حیاتِ طیبہ کی روشنی میں | ڈاکٹر محمد شمس الدین | ۱۲۰
اصلاح معاشرہ کی فکری بنیادیں سیرت کی روشنی میں | حافظ احسان الحق | ۱۴۱
اصلاح ادب معاشرت قرآن وحدیث کی روشنی میں | ڈاکٹر سعد اللہ قاضی | ۱۵۱
اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ کی روشنی میں | پروفیسر سید اذکیا ہاشمی | ۱۶۳
سیرت نبوی کی روشنی میں اصلاح معاشرہ نظام عدل کے بغیر ممکن نہیں | سید اصغر علی | ۱۷۳
حضور ﷺ اور اصلاح معاشرہ | پروفیسر احسان الدین | ۱۸۰
اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ کی روشنی میں | محمد مشرف علی خان | ۱۹۰
حضور ﷺ اور اصلاح معاشرہ | ڈاکٹر حافظ عبدالغفور | ۲۰۵
اسوہ نبی ﷺ اور اصلاحِ معاشرہ | پروفیسر سعید الرحمٰن | ۲۱۲
اصلاح معاشرہ اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں | نورالدین جامی | ۲۲۳
معاشرے کے بنانے اور سنوارنے میں محسن انسانیت کے تاریخ ساز فیصلے | علامہ سید ریاست علی قادری | ۲۳۵
ذات اقدس ﷺ باعث اصلاح معاشرہ | انور احمد زئی | ۲۵۵
اصلاح معاشرہ اور نظام سیاست سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں | سید رئیس احمد | ۲۶۷
اصلاح معاشرہ اور نظامِ عدل سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں | پروفیسر اظہر علی صدیقی | ۲۸۱
اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں | ایم نوازش علی بیگ | ۲۸۹

حضور اکرم ﷺ کی تحریک اصلاح معاشرہ عبدالرحمٰن گیلانی ۳۰۰
1. Reformation of the society by the Holly prophet (s a a w)
Fateh M. Sandeela
2. The reformation of the socity by prophet Mohammad (s a a w)
From Tribalism to the Formation of Ummah
Dr. Mohmammad shafiq

حرفِ آغاز

قرآن مجید کی یہ آیت: اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ (سورۂ ہود، آیت ۸۸) ''کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح احوال کے لئے کوشش کرتا جاؤں''۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے متعلق ہے کہ ان کی قوم ظلم و عدوان کی عادی ہو کر ہلاکت کی جانب گامزن تھی، اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو معاشرتی خوشحالی عطا کر رکھی تھی، مگر وہ قوم کاروبار حیات میں بددیانتی کی عادی تھی، ناپ تول میں بے انصافی اس کا شعار تھا، اور حلال و حرام کے امتیاز سے اس کا شعور بے بہرہ تھا، یوں وہ کفران نعمت کی ان منزلوں تک پہنچ چکی تھی جو خود عذاب آسمانی کو آواز دیتی ہیں، کیونکہ وہ رحیم و کریم ذات اپنے ہی بنائے ہوئے شاہکار کو توڑنا پسند نہیں کرتی، یہ تو خود شاہکار، بدکار ہو کر اپنے مصور حقیقی کو بھول بیٹھتا ہے، اور یہ نسیان جب طغیان کو پہنچتا ہے تو عذاب کے اسباب خود بخود مرتب ہو جاتے ہیں، اسباب انسان خود فراہم کرتا ہے اور نتائج کا ظہور فطرت کی طرف سے ہوا کرتا ہے، لیکن اس ظہور سے قبل اللہ کا کرم اتمام حجت کے طور پر اپنے مرسلین کے ذریعے بگڑوں کو سنورنے کے مواقع ضرور عطا کرتا ہے، مگر جب انبیاء کی کاوشیں بھی کارگر نہیں ہوتیں، کفر کی شقاوت اور انکار کی نحوست بڑھتی ہی چلی جاتی ہے تو قدرت کا تعذیبی قانون حرکت میں آتا ہے، یہی فطری صورت حال حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو پیش آئی، جہاں تک ہو سکا انہوں نے قوم کی اصلاح کی کوشش کی اور ان کے کفر کو شکر کے آداب سکھانے کی سعی کی، جب ہر سعی ناکام ہو گئی تو وہ قوم صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دی گئی۔

آشیانے خاک ہو جائیں گے جل کر دفعتاً آسمانوں پر کڑکتی بجلیاں رہ جائیں گی
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو وقت گر بدلا تو تن پر دھجیاں رہ جائیں گی

درج بالا آیت کی روشنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح معاشرہ کا فرض کس حد تک

ادا کیا؟ یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ آپ ﷺ نے اصلاح احوال کے لئے جس انداز سے محنت کی اور آپ جس نوع سے ذہنی، روحانی اور جسمانی کلفتوں سے گزرے، اُسی کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کو خود کہنا پڑا کہ ''دنیا میں کوئی نبی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا میں ستایا گیا ہوں''۔قرآن پاک نے بھی دو مقامات سورۃ الکہف، آیت ۱۸اور سورۃ الشعراء، آیت ۳ پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔کفار کے ایمان لانے کی تمنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں شدید ترین تھی اور ان کے اعراض وگریز سے آپ ﷺ کے دل کی افسردگی بھی اپنی انتہا کو چھورہی تھی،نتیجہ معلوم کہ خود اللہ تعالیٰ کو روکنا پڑا کہ کیا آپ ﷺ اپنے آپ کو ہلاک کردیں گے؟ بات اپنی اپنی استطاعت اور اپنے اپنے ظرف کی ہے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں گزشتہ انبیاء کی جملہ صلاحیتیں اور صلاحیتیں مع شئے زائد اپنے منتہائے کمال کو پہنچ کر ہم آہنگ ہوگئی تھیں،تبشیر وتنذیر کے جو انداز، سعی وعمل کے جو اسلوب، تعلیم وتفہیم کے جو آہنگ،فکر ونظر کے جو رخ،قلب ونظر کے جو انوار، عدل واحسان کی جو اقدار اور گفتار وکردار کی جو عظمتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھیں ان کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ کے اصلاحی کارنامے، آپ کی تبلیغی کامرانیاں بھی جملہ انبیاء سے بڑھ کر ہوں، ان صلاحیتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت وشفقت کا جو بے پایاں جذبہ عطا ہوا تھا،اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک قلیل عرصے میں حد سے بگڑی ہوئی قوم نہ صرف سنور گئی بلکہ ایک دنیا کو سنوار گئی نتیجہ معلوم

ذوق نظر عطا ہوا ذرّات ریگ کو
موجِ عمل اٹھائی سرابِ جمود سے

گزشتہ اقوام کو متعلقہ انبیاء کی حکم عدولی پر سزائیں ملتی رہیں، ان کا نام ونشان مٹتا رہا،مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خیر الامم قرار دے کر دنیا بھر کی رہنمائی کے لئے مخصوص کردیا گیا،اور یہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے کہ آج یہ امت، اپنی تمام تر معاشرتی اور روحانی خرابیوں کے باوجود گزشتہ اقوام ایسی عبرت ناک تباہیوں اور ہلاکتوں سے بچی ہوئی ہے،اور یہ سب رب کریم کی عطائے بے حساب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مستجاب کا نتیجہ ہے کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے ورنہ بات کو بگاڑ کر اپنی شکلیں بگاڑنے کا جواز پیدا کرنے میں کون سی کسر باقی ہے؟ زوال وانحطاط کی جس سطح تک ہم آچکے ہیں،اس کے خطرناک نتائج سے بچنے اور خود کو عزوشرف تک لے جانے کی اب ایک ہی صورت ہے کہ ان نقوش پا کی روشنی میں منزلوں کو آواز دی جائے جنہوں نے عرب کی ریت کو بھی ریشم کا بخش دیا تھا اور اس اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنایا جائے جو رشد وہدایت کا ابدی ذریعہ اور نجات وسعادت کا الوہی نسخہ ہے۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم پیغمبراں ہیں، اور قرآن پاک آخری صحیفۂ ہدایت، جبکہ ہر مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مبلغ بھی ہے مصلح بھی، ایک باپ گھر کی چار دیواری میں، ایک معلم دار العلوم میں، ایک مفکر شب کی تنہائیوں میں، ایک واعظ منبر و محراب میں، ایک تاجر کوچہ و بازار میں اور ایک رہنما اپنے حلقۂ اقتدار میں، اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مکلّف بھی ہے اور جوابدہ بھی، گویا مسلمان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت ہے، اور عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ انسان پہلے خود کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سانچے میں ڈھالے اور پھر جہاں تک ہو سکے، اپنے گرد و پیش کی ظلمتوں کو اجالنے کی کوشش کرے، اسلام ایک نور ہے اور اسے ظلمت کدوں تک لے جانا ہمارا فرض ہے۔

ظلمتوں کو فروغ پانے دو
اور چمکے گی، منزل جاناں

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن پاک کا لفظ لفظ الوہی انوار کا حامل ہے، اور اس کے تحفظ کی ذمے داری اس ذات بلند و برتر نے لے رکھی ہے، جو زمین اور آسمانوں کا نور ہے، بنابریں یہ پیغام بھی محفوظ رہے گا اور اس کی تبلیغ کے ذرائع بھی تحفظ کے ہالے میں رہیں گے، اس لئے قرآن مجید کی حفاظت کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ بھی ہے کہ وہ لوگ اور وہ ادارے بھی اللہ تعالیٰ کے تحفظ میں ہیں جن سے تعلیم و تفہیم قرآن وابستہ ہے، اور قرآن تو

چشمۂ انوارِ حق نور الہدیٰ، ام الکتاب
جس کی ضو سے ہیں درخشاں آفتاب و ماہتاب

یہ ایک واضح صداقت ہے کہ ہر انسانی ضابطے میں کوئی نہ کوئی کمی اور کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی کجی باقی رہ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ضابطۂ حیات، بندے کے لئے بہر نوع مکتفی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کی ہر ضرورت سے بخوبی آگاہ ہے، وہی کارساز ہے اور وہی قانون ساز، ہر شخص جانتا بھی ہے اور مانتا بھی کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور یہ بھی سبھی مانتے ہیں کہ خالق وہ ہوتا ہے جو بغیر مادے اور مواد کے تخلیق کرے، ان حقائق کی روشنی میں ایک منطقی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تخلیق میں اپنا ثانی نہیں رکھتا، اسی طرح وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی تخلیق کو کس نوع سے زندگی گزارنا ہے، وہی بہترین قانون ساز ہے،

اور اسی کا ضابطہ بہر اعتبار معتبر ہے اور اسی ضابطے پر عمل پیرا ہو کر انسانیت دنیاوی ارتقا اور اخروی سرخروئی سے بہرور ہو سکتی ہے، اور یہ بھی ایک صداقت ہے کہ ایک قانون ساز کو علم، قدرت اور رحمت کے اعتبار سے بھی کامل ہونا چاہئے، انسانی علم ناقص ہے، انسان کی نظر صرف ظاہر کو دیکھ سکتی ہے اور گہرائیوں تک نہیں جا سکتی جبکہ اللہ تعالیٰ ظاہری کیفیات کے ساتھ ساتھ باطنی احساسات تک سے بھی بخوبی آشنا ہے، اسے ہر نوع کی قدرت بھی حاصل ہے اور اس کی رحمت بھی بے مثال ہے، وہ جملہ عالمین کے لئے سراپا لطف و کرم ہے، اور اسی کے ضابطے کے تحت زندگی آبرومندانہ انداز سے رواں دواں رہ سکتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی ضابطے کے داعی اور اسی پر انسانیت کو عمل پیرا کرنے کے لئے مامور تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس ضابطے کو عملی جامعہ پہنانے کے لئے فکر و عمل کی بہترین صلاحیتیں صرف کیں اور وہ کامیاب ترین مصلح قرار دیئے گئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی روز و شب کو قرآنی ضابطے کے مطابق ڈھال رکھا تھا، ان کی گفتار اور کردار میں کوئی بعد نہ تھا، زبان، دل کی رفیق ہو تو بات میں تاثیر اور عمل میں تنویر آجایا کرتی ہے، ایک مصلح اور رہنما کے اندر پہلی خوبی یہی ہونی چاہئے کہ وہ جو کہتا ہے وہی کرے اور جو کرتا ہے وہی کہے، منافقت، عمل کی دنیا کا سب سے بڑا روگ ہے اور اصلاح احوال کے لئے سب سے بڑی روک

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق تھے کہ جہاں تھے، وہیں رہے (مرتب)

چند اقتباسات

وحدت خداوندی کا حسین تصور پیش کرنے کے بعد تعلیمات پیغمبر قرآن کے حوالے سے وحدت نسل انسانی کے فلسفے کو بیان کرتے ہوئے ایک عالمگیر انسانی برادری کے قیام کی دعوت دیتی ہوئی نظر آتی ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا:

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبیلے

بنادیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، مگر درحقیقت تم میں سے معزز وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

گویا اقوام وقبائل کا اختلاف رنگ ونسل محض باہمی تعارف کے لئے ہے نہ کہ باہمی بغض و عداوت اور ایک دوسرے سے جھگڑنے کے لئے یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں رنگ ونسل اور حسب ونسب نیز جغرافیائی حد بندیوں کی بنیاد پر کسی کو افضل یا غیر افضل نہیں کہا جاسکتا، بلکہ خدا کے ہاں وہی نفوس قدسیہ بلند و بالا مقام کے حامل ہیں جو تقویٰ کی دولت سے بہرہ ور ہوں، یہی وجہ ہے کہ حبشہ سے آنے والے حضرت بلال، فارس کے علاقے سے نسبت رکھنے والے عجمی النسل حضرت سلمان فارسی اور روم کی فضاؤں کے پروردہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہم پیغمبر علیہ السلام سے حسب ونسب اور رنگ ونسل کی نسبت نہ رکھنے کے باوجود اور علاقائی لسانی نیز جغرافیائی تفاوت کے باوجود بارگاہ نبوت میں عزت و احترام کے جس عظیم مقام سے بہرہ ور ہوئے وہ معاشرتی زندگی کے لئے وجہ افتخار بن گیا، جبکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاندانی اور خونی رشتہ رکھنے کے باوجود نیز ایک قبیلے، ایک قوم، ایک وطن اور ایک زبان ہونے کے باوجود، ابولہب اور ابوجہل بارگاہ نبوت سے ہمیشہ کے لئے مردود قرار پائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انداز میں معاشرتی زندگی کے طور اطوار اور انداز حیات کی اصلاح فرمائی اس کا تقاضا یہ تھا کہ انسانیت اور معاشرے کی تعمیر وتشکیل حسب ونسب اور جغرافیائی حدود نفور سے بالاتر ہوتی جائے اور اس طرح امت مسلمہ امت واحدہ بن جائے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کسی قوم نے بھی بتان رنگ و بو کی پرستش کو اپنا شعار بنالیا اور جغرافیائی حد بندیوں کی تنگنائیوں میں اپنے آپ کو محصور کرلیا وہ ہمیشہ ترقی وکمال کی بجائے نکہت وادبار کا شکار ہوکر رہ گئی یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال پیغمبر اسلام کے اسی آفاقی نظریئے کے پیش نظر امت مسلمہ کو ترقی کی منازل طے کرنے کا نسخہ بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر ترے
اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

عالمگر انسانی برادری کی پیغمبرانہ دعوت اور بتان رنگ وبو کو ایک ہی پیغمبرانہ ضرب سے پاش پاش کرنے کے بعد قرآن نے اسلامی اور انسانی اخوت کی عالمگیر بنیاد رکھی، یہ وہ تعلیم پیمبر تھی جس نے انسانیت کی از سر نو شیرازہ بندی کر کے انسانیت کی منتشر صفوں میں اتحاد واتفاق اور وحدت والفت کے

روح پرور گلشن کھلا دیئے اور مدت کے بچھڑے ہوؤں کو آپس میں گلے ملا دیا۔(۱)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کی اجتماعی معاشی اصلاح کے لئے اسلامی ریاست کے معاشی وظائف کا بھی مثبت تصور عطا فرمایا، اور معاشرہ کے ان افراد کی ذمہ داری ریاست پر رکھ دی، جو کسی عذر کی بنا پر معاشی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا ''جس کا کوئی سر پرست نہ ہو، اس کی سر پرست حکومت ہے۔اگرچہ یہ حدیث کتاب النکاح سے ہے۔لیکن سر پرستی صرف نکاح کے معاملہ تک محدود نہیں، بلکہ ایک عمومی سر پرستی ہے جس میں رعایا کی ضروریات کی تکمیل بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک میں خواہ وہ معاشی طور پر ترقی یافتہ ہی کیوں نہ ہو، ایک طبقہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر افلاس وتنگ دستی کا شکار ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحب حیثیت لوگوں پر ڈالی ہے۔سورۂ بقرہ آیت ۱۷۷ میں ایمانیات اور نماز وزکوٰۃ کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے اپنا مال خرچ کرنے کو نیکی کا معیار قرار دیا گیا ہے۔

بلاشبہ قرآن کریم کی اعجاز آفرینی اور حیات طیبہ کی عملیت آج بھی اپنے شباب پر ہے۔اسلام کی برکتوں اور سعادتوں کا شیریں چشمہ آج بھی رواں ہے، اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے رحمۃ اللعالمین اتنی وسیع ہے کہ ستم رسیدہ وافلاس گزیدہ انسانیت کو اس کے ظل عاطفیت میں پناہ مل سکتی ہے، بشرطیکہ ہم ایمان صادق اور یقین محکم سے ان تعلیمات کو اپنائیں۔اس لئے کہ آج کی مادیت گزیدہ انسانیت کو اسلام کے تریاق کی اشد ضرورت ہے۔اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پاکستانی معاشرہ اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر اخلاقی بلندی، روحانی بالیدگی اور معاشی خوشحالی کا مرقع زیبا بن جائے گا اور ہمیں وہ پاکیزہ رزق عطا ہوگا، جس سے ہماری پرواز میں کوتاہی نہ ہوگی، اور مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال نے ہمیں یہی تصور دیتے ہوئے فرمایا۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی(۲)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرزندان توحید میں ایثار وقربانی کا جذبہ بیدار کر کے انہیں ایک دوسرے کے مونس وغم خوار بنا دیا، جب ارد گرد کے لوگ اس جماعت حق پرست کی ایثار وقربانی کو ملاحظہ کرتے تھے تو انگشت بدنداں رہ جاتے تھے اور دل میں سوچتے تھے کہ یہ لوگ کس آسمان کی مخلوق ہیں،

جب انہوں نے انصار مدینہ کا ایثار دیکھا ہوگا تو ضرور ان پر اسلام کی صداقت وحقانیت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہوگی وہ خیال کرتے ہوں گے یہ کیسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گھر اور مال ومتال آدھوں آدھ بانٹ کر مہاجرین کے سامنے رکھ دیئے ہیں، ان میں اپنائیت اس درجہ سرایت کرگئی ہے کہ یہ احساس نہیں ہو پاتا کہ مہاجر کون ہیں اور انصار کون، حالانکہ سوائے اسلام کے ان میں کوئی اور رشتہ داری نہیں، انصار کس طرح ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے ہیں، وہ ان کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں اور یہاں تک کہ آپس میں بیاہ شادیاں بھی کرتے ہیں، مدینہ کے مقامی باشندے اور مکہ سے اجڑ کر آنے والے مہاجرین ایک ہی صف میں کھڑے ہیں، کچھ بھی وجہ امتیاز نہیں ہر ایک کی عزت ہوتی ہے، ہر ایک کی رائے وزن رکھتی ہے، سبھی ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں حصہ دار بنتے ہیں ان کے غم مشترک ہیں رسوم کی بوجھل بیڑیوں کو کاٹ کر آپس میں شیر وشکر ہوگئے ہیں نہ کوئی مخاصمت، نہ کوئی مخالفت، دل شکنی نہ دل آزاری یہ باتیں غیر مسلم دیکھتے ہوں گے تو ضرور کہتے ہوں گے کہ چلو ہم بھی اس برادری میں شامل ہوجائیں جہاں نہ کوئی محمود وآیاز ہے نہ کوئی امیر وغریب، جہاں بڑائی کا معیار فقط تقویٰ ہے۔ جہاں صرف وہی بزرگ اور اشرف ہے جس کا کردار سب سے زیادہ بلند ہے، استحصال سے پاک اس معاشرہ میں کتنی وافر نعمتیں ہیں؟ کتنی محبت بھری زندگی ہے؟ نیکی وبھلائی کا کیا سماں ہے؟ یہ زندگی کتنی پرسکون اور اطمینان بخش ہے؟ ہم بھی کیوں نہ اس معاشرے کے رکن بن کر اس کی فیوض وبرکات سے مستفیض ہوں اور پھر اس طرح چراغ سے چراغ جلتا رہا ہوگا اور خدا کے نام لیواؤں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا ہوگا اور معاشرہ سدھرتا رہا ہوگا۔(۳)

یہ ایک المیہ ہے دور جدید میں انسان کے ظاہری آرائش وزیبائش اور اس کے جسم کی نشو نما پر تو بہت زور دیا گیا ہے مگر روح اور اس کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا، نتیجہ یہ کہ جسم وروح کے درمیان فاصلہ بڑھتا چلا گیا، انسانیت کی منزل اوجھل ہوتی گئی، انسان انسان ہونے کے باوجود انسانیت کو ترس رہا ہے، آج کا انسان ایک دوراہے پر کھڑا ہے، اس کو اپنی منزل کی کچھ خبر ہی نہیں کہ وہ کدھر جارہا ہے، عقلا حیران ہیں کہ اس کی منزل کیا ہے اور کیا ہونی چاہئے۔

پس اس بنیادی حقیقت کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ معاشرے کی اصلاح انسانی سیرت و کردار کو درست کرنے اور ہر قسم کی اخلاقی برائیوں کے سد باب کے لئے ''دین'' سے بڑھ کر موثر اور طاقتور محرک کوئی دوسرا نہیں ہوسکا ہے۔ بحیثیت مجموعی آج کی دنیا میں جرائم کی شرح جس تیزی سے بڑھ رہی ہے وہ تشویشناک حد تک سنگین ہے، دنیا بھر کے ممالک میں جرائم کی گرم بازاری ہر جگہ یکساں ہے،

جرائم کی روک تھام کے لئے نئی نئی تدبیریں کی جاتی ہیں پھر بھی جرائم میں کمی نہیں ہوتی بلکہ اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو محکمے یا ادارے جرائم کی روک تھام کے لئے بنائے جاتے ہیں وہ خود جرائم میں شریک بن جاتے ہیں، اس صورت حال سے یہ امر واضح ہے کہ جرائم کی روک تھام محض خارجی ذرائع سے ممکن نہیں، بلکہ ایک ایسا ''محتسب'' پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جو خود انسان کے اندر ہو اور جب بھی انسان کوئی غلط کام کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اسے روک دے، وہ محتسب انسان کا ضمیر ہے۔

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی کسی معاشرہ میں بگاڑ آیا تو اس کی بنیادی وجہ اس کے ضمیر کا بگاڑ تھا، ضمیر گندہ ہو گیا تھا، خود غرض اور نفس پرست بن گیا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام اپنا کام ضمیر سے شروع کرتے ہیں، وہ نظام کو اتنا بدلنے کی کوشش نہیں کرتے جس قدر ضمیر اور مزاج کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، نظام ہمیشہ مزاج کے تابع رہا ہے اگر مزاج نہیں بدلتا تو کچھ نہیں بدلتا، ضمیر کو بدلنے کا واحد ذریعہ ایمان باللہ و بالیوم الآخر ہے، یہ عقیدہ کہ مرنے کے بعد انسان ایک دوسری زندگی میں داخل ہوگا، جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا، جزا و سزا ہوگی، اصلاح احوال کا بس یہی ایک کافی و شافی ذریعہ ہے، انبیائے کرام اس عقیدے کو فعال بناتے ہیں تاکہ وہ دینوی زندگی پر اثر انداز ہو، اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ ایک آدمی غلبہ نفس کی وجہ سے ارتکاب جرم کے بعد خود اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کرتا ہے، اگر کوئی معاشرہ صحیح معنوں میں عقیدہ آخرت سے آشنا ہو تو آخرت سنورنے کے علاوہ اس کی دینوی زندگی بھی جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔(۴)

اس وقت ملک کی سلامتی اور بقاء اور ملت کی فلاح و خیر کے لئے معاشرے کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے اخلاقی پستی سے نکالنے، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک ایک قدم بڑھنا ہے، ہم پر ہر طرف سے شیطان اور اس کے پیروکاروں کے حملے ہوں گے ہر ہر محاذ پر جنگ لڑنی ہے، شیطان، صاف اور سادہ ذہنوں کو زہر آلود کرنے، پراگندہ کرنے، ان کو انتشار میں مبتلا کرنے، بغاوت پر اکسانے، حیا سے بے حیائی کی طرف لے جانے، پاک دامنی کو گناہ آلود کرنے، نئی نسل اور مسلم خواتین کو اپنی اسلامی روایات سے باغی بنانے کے لئے کہیں ادب اور لٹریچر کے ذریعے اور کہیں تفریح کے سامان تعیش کے ذریعے یلغار کرے گا، اس سیل گناہ و فساد کو نہ انتظامیہ کی مشنری روک سکتی ہے نہ پولیس کے تھانے، جب تک موجودہ نوجوان نسل کے افکار و نظریات میں ایک انقلاب نہ پیدا کیا جائے، اس انقلاب کے لئے حب رسول ﷺ کے سوا اور کوئی علاج موثر نہیں۔(۵)

واقعہ یہ ہے کہ جب تک قانون کی نظر میں تمام برابر نہ ہوں اور اس کا نفاذ، مساوی بنیادوں پر نہ ہو تو معاشرے سے ظلم وفساد کا ازالہ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ قانون عدل کا تعلق لوگوں کے حقوق سے ہے اور حقوق سے محرومی کی صورت میں کسی معاشرے کے افراد مخلصانہ بنیادوں پر متحد نہیں ہو سکتے، عدل کی حقیقی معنویت یہی ہے کہ حق دار کو اس کا حق ملے، اگر کسی معاشرے میں عادلانہ اقدار کو فروغ نہ ہو اور قانون عدل کی بالادستی نہ ہو تو لوگ طبقات میں منقسم ہو جائیں گے ایک دوسرے کے خلاف اشتعال پیدا ہوتا رہے گا، اور دلوں میں باہمی محبت کے بجائے عداوت کے جذبات پرورش پاتے رہیں گے اور اس حرب وضرب اور باہمی جدل وقتال کا خاتمہ ناممکن ہو جائے گا جو صدیوں سے عرب کے جاہلی معاشرے میں جاری تھا، اس طرح پوری قوم ہلاکت وتباہی سے دوچار ہو کر تاریخ کا ورق پارینہ بن جائے گی، اس ہلاکت کی طرف مسلم کی حدیث میں ان مبارک الفاظ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگ تم سے پہلے تھے، وہ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی ممتاز آدمی چوری کرتا تھا لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے، اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر حد نافذ کرتے تھے۔ (اور مجھے قسم ہے رب کی) اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کریں تو ان کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں۔

اس تصور سے معاشرے میں مساوات کی حقیقی بنیاد فراہم کر دی گئی، اور انسانوں پر انسانوں کی جو حاکمیت مسلط تھی اس کا خاتمہ کر دیا گیا، نماز، حج، زکوٰۃ، روزے سے لے کر معاملات اور حقوق العباد تک کے سارے احکام عدل ومساوات ہی کے مظاہر ہیں۔ (۶)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نئی اخوت اور دین وعقیدے پر مبنی قومیت کو مستحکم بنانے کے لئے ان تمام باتوں کی تلقین فرمائی جن سے باہمی محبت اور اتحاد کو فروغ ہوتا ہو اور ایسی تمام باتوں سے منع فرمایا جن سے مسلمانوں کے باہمی تعلق اور ارتباط میں رخنہ پڑتا ہو، تفرقے کی صورت پیدا ہوتی ہو، وہی ارشادات معاشرے کی صلاح وفلاح کے اہم اور اساسی نکات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حدیث شریف ہے:

المسلم کالبنیان یشد بعضه بعضا۔ (بخاری)

مسلمان ایک دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مستحکم کرتا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت واصلاح کے فیض سے پورا مسلم معاشرہ اتحاد اور باہمی الفت ومحبت کے اعتبار سے جسد واحد بن گیا، ہر فرد کا دل ایک دوسرے کی تکلیف ومصیبت میں اس طرح

بے قرار ہوتا تھا جیسے وہ خود اس میں مبتلا ہو ایسی محبت اور ایسی الفت کی مثالیں تاریخ میں نہیں ملتی، جو اس معاشرے کے افراد نے پیش کیں۔

ان سارے احکام اور سارے اصول واقدار کا مرکز ومحور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شیفتگی کا وہ جذبہ تھا جو اپنے اندر زبردست تسخیری قوت رکھتا تھا۔ اس محبت نے معاشرے کے افراد کو ذوق طاعت سے آشنا کیا، جاں سپاری اور فدائیت پیدا کی، ضمیر وشعور میں یہ بات پیوست کرگئی کہ سعی وعمل کے ہر میدان میں اور فکر واعتقاد کے ہر شعبے میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا کو معیار قرار دیا جائے۔

حسن معاشرت اور باہمی خیر وفلاح کے اسی اعلیٰ مقصد کے حصول کی خاطر رب تعالیٰ نے نو باتوں پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ارشاد نبوی ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کی تاکید فرمائی ہے کہ میں چھپ کر اور کھلے بندوں ہر حال میں اخلاص سے کام لوں راضی ہونے اور غصے میں ہونے کی دونوں حالتوں میں عدل وانصاف سے کام لوں، امیری اور فقیری دونوں میں میانہ روی اور اعتدال کو اپناؤں، جس نے مجھ سے زیادتی کی ہو اس سے درگذر کروں جو مجھ سے چھیننے میں اس کو عطا کروں، جو مجھ سے رشتہ توڑے میں اسے جوڑوں اور یہ کہ میری خاموشی غور فکر کے لئے ہو، میرا بولنا اللہ کے ذکر کے لئے ہو، اور میرا دیکھنا حصول عبرت کی خاطر۔(۸)

آپ کی بعثت کے دو مقاصد تھے، ۱۔تعلیم، ۲۔تربیت، تعلیم کے ذریعے علم کی نشر واشاعت ہوتی ہے اور تربیت کے ذریعے اخلاق درست ہوتے ہیں اس کے بغیر نہ تو کوئی قوم دنیا میں باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتی ہے۔

اخلاق فاضلہ کا وجود قوموں کی بقاوترقی کا سبب ہے،

اور اخلاق کی تربیت کے لئے علم کا ہونا اشد ضروری ہے اس لئے فرد کے اندر اخلاق فاضلہ کی تخلیق کے لئے ہمیں ایک ایسا تعلیمی ڈھانچہ تیار کرنا پڑے گا جس کی بنیاد تقوی پر قائم ہو اور جس میں کتاب وسنت کی تعلیمات کو مرکز اور محور کی حیثیت دی جائے۔(۹)

ایک مصلح کے لئے پاکیزہ وبہترین سیرت وکردار کا حامل ہونا انتہائی ضروری ہے وہ عمل صالح اور تقویٰ وطہارت کی صفات سے متصف ہو، ان صفات کے بغیر اصلاح کی ساری کوششیں بے سود اور دلائل وبراہین کے انبار بے کار ثابت ہوجاتے ہیں، اس کا کردار اتنا بلند اور بے داغ ہو کہ اس کے مخالف بھی اس کے کسی عمل کی طرف انگشت نمائی نہ کرسکیں، ایسا شخص خدا کی حجت اور آیۃ من آیات اللہ ہوتا ہے جسے دیکھ کر

ضروری دلائل سامنے آجاتے ہیں اور ہزار ہا قلوب کا معالجہ خود اس کی ذات اور عملی زندگی بن جاتی ہے۔

اے لقا تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

یہی وجہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح و تبلیغ کا کام شروع کیا تو پورا معاشرہ آپ کے اخلاق و اوصاف اور امانت و صداقت کا معترف تھا، یہ اوصاف انہیں سوچنے پر مجبور کرتے تھے کہ ایسا شخص جوان میں پیدا ہوا، ان میں اس نے بچپن، لڑکپن اور شباب گزارا اور اس حسین و پاکیزہ طریقے سے گزارا کہ کسی نے بھی اس پر انگشت نمائی نہ کی، انہی اوصاف حمیدہ اور پاکیزہ سیرت و کردار کی بدولت اہل عرب کے دلوں کو مسخر کر کے انہیں اپنے رنگ الٰہی میں رنگ دیا اور اس طرح انہیں ایک عظیم و بے مثال قوم بنا دیا۔

آج ہماری اصلاحی کوششوں کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ گفتار کے غازی تو ضرور ہیں مگر کردار کے نہیں اس کے بغیر ہماری ہر اصلاحی کوشش نقش بر آب ثابت ہو رہی ہے۔ (۱۰)

تمام برائیوں کا بنیادی سبب ''جہل'' ہے اور دوسری جانب تمام نیکیوں اور بھلائیوں کے وجود میں آنے کا ذریعہ ''عدل'' ہے۔ میں اس جواب کو قرآن کریم کی سورۃ البقرہ کی آیت کے حوالے سے ترتیب دے رہا ہوں جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ دین اسلام صرف چند باتوں کو ترک کر دینے اور چند باتوں کو اختیار کر لینے کا نام نہیں ہے، ارشاد ہوتا ہے:

یاایھا الذین آمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین۔

اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے، اور نہ چلو شیطان کے نقش قدم پر بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یہ آیت ہمیں دین کے مزاج سے آشنا کر رہی ہے کہ دین مستقل ضابطہ حیات ہے اس کے اپنے عقائد ہیں اس کے اپنے دیوانی اور فوجداری قوانین ہیں، اپنے سیاسی و معاشی نظریات ہیں، جو دوسرے نظام ہائے حیات سے میل نہیں کھاتے اور یہی وہ نظام حیات ہے جو مادی ترقی ہو خواہ روحانی دونوں کو ہر طرح کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اسلام کی یہ تمام برکتیں اسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب اس نظام کے ماننے والے اس آیت کے مطابق اس کے تمام ضابطوں پر عمل پیرا ہو جائیں، اگر ایسا ہو جائے تو جہل پھر جہل ہی رہے اور علم پھر علم، یعنی وہ جو خرابی سوال بن کر ابھری کہ آخر ایسا کیوں اس کا جواب اس

آیت میں ہے کہ اگر تم دین میں پورے پورے داخل ہو گئے اور اپنا سب کچھ سپرد کر دیا قوانین اسلام کو تو کامیابی اور سرخروئی تمہارے قدم چومے گی۔(۱۱)

جب تک قرآن کے بتائے ہوئے اصول کے عین مطابق نظام عدل قائم نہیں ہو جاتا معاشرہ کی اصلاح کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا، اگر ہم اس نظام عدل کو قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو برائیوں اور خباثتوں کو ہمارے شہروں اور دیہاتوں میں پناہ نہیں ملے گی اور وہ اپنا وجود لے کر سرحد پار ہو جائیں گے اور نیکیوں کا عالم یہ ہوگا جیسے شاعر نے کہا، اگ رہا ہے در و دیوار پہ سبزہ غالب، اسی طرح بھلائی کا سبزہ اور نیکی کی بیلیں پھیلتی اور چڑھتی نظر آئیں گی۔

لیکن ہمیں جو مہلت خداوند قدوس نے عطا کی ہے وہ تیزی سے گزر رہی ہے اور ہم شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ مہلت کے لمحات شاید قیامت کے سلسلے سے جاملیں گے اور ہماری غفلت، کوتاہی لاپرواہی، بے اعتنائی اور ٹال مٹول کو اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتا ہی رہے گا۔اس سے پہلے کہ رسی حق تعالیٰ کی جانب سے کھینچی جائے۔ہمیں اپنی زندگی کا ہر عمل سیرت طیبہ کے بنائے ہوئے سانچہ میں ڈھال لینا چاہئے اور قرآنی عدل کے آئینے میں روز صبح اٹھ کر اپنا چہرہ دیکھنا چاہئے (۱۲)

آنحضرت ﷺ جس معاشرے میں پیدا ہوئے، جوان ہوئے، نبوت ملی، اگر اس معاشرے کی مذہبی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا جس میں افراتفری اور انتشار نہ ہوں، معاشرے کے افراد کے درمیان میں کوئی ربط نہیں تھا، کوئی ہم آہنگی نہ تھی، کوئی ایک ایسا نکتہ نہیں تھا جس پر وہ متفق ہو سکیں، کوئی ایسا نظریہ حیات نہیں تھا جو ان میں فکری اور ذہنی ہم آہنگی پیدا کر سکیں، کوئی ایسا عقیدہ نہیں تھا جو ان کی زندگی کا نصب العین واضح کر سکے، حقیقت میں یہ ایک پراگندہ اور منتشر الخیال لوگوں کا معاشرہ تھا، مگر حضور ﷺ نے جب توحید کا اعلان کیا اور ان لوگوں کو سمجھایا کہ ماسوا اللہ کسی چیز کی عبادت درست نہیں، اسی کی ذات تمام کائنات کی خالق اور مالک ہے، وہی زندگی دینے والا اور زندگی لینے والا ہے، اسی سے مانگنا چاہئے، وہ عزت بھی دیتا ہے اور ذلت بھی، اس عقیدۂ توحید کو آنحضرت ﷺ نے بار بار ان کے ذہنوں میں اتنا پختہ کیا کہ وہ منتشر افراد اس پر اکٹھے ہو گئے اور جب اس عقیدے نے ان کو ایک نظریہ حیات اور زندگی کا نصب العین عطا کیا تو سب ایک ہو کر اس نصب العین کے حصول کے لئے آگے بڑھے، ان میں فکر و ذہنی وحدت پیدا ہو گئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ آگے چل کر یہ نظریہ حیات تمام ادیان باطلہ پر غالب آ گیا اور اسلام پوری شان و شوکت کے ساتھ دنیا میں پھیلا۔اس لئے کہ عقیدے سے، یقین سے،

نصب العین کی لگن سے قومیں آگے بڑھتی ہیں، اگر کوئی اساسی نکتہ نہ ہو جس پر معاشرے کے افراد مجتمع ہو سکیں اور زندگی کی راہ کو متعین کر سکیں تو ایسا معاشرہ کبھی وہ افراد پیدا نہیں کر سکتا جو خود اپنی بھی اصلاح کر سکیں اور دوسروں کی اصلاح کا بھی ذریعہ بن جائے، یہ حدت فکر انسانی زندگی کا وہ قیمتی سرمایہ ہے کہ اس کو پختہ کرنا، اپنے نظریہ حیات سے وابستہ رہنا، اپنی نصب العین کے حصول کے لئے زندہ رہنا اس کو تحفظ دے سکتا ہے اور معاشرے کے افراد کی ذہنی اور اخلاقی تربیت اس عقیدہ توحید سے ہو سکتی ہے جو عقیدہ آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے فلاح اور کامرانی کا ذریعہ سمجھتے تھے اور جس نے قوموں کی تقدیر کو بدل ڈالا۔ (۱۳)

حرف اختتام

ابتدائیے اور مقالات سیرت کے اقتباسات سے یہی واضح ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت واصلاح کی بنیادی مقصد، زر و مال کی فراوانی کی بنا پر بگڑی ہوئی قوم کو لین دین، ناپ تول اور عہد و پیمان کی صحت و پابندی کی طرف لانا تھا۔ اکل حلال اور صدق مقال کا احساس دلانا تھا کہ معاشرتی تطہیر اور روحانی تنویر کے لئے انہیں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ انہی سے سوچ کو سچ کی عظمت، جوش کو حمیت کا بانکپن، عمل کو تقدس کی چاندنی اور عبادت کو سرور و کیف کا شرف نصیب ہوتا ہے، رگوں میں حرام رواں دواں ہو اور زبانیں دروغ کو فروغ دے رہی ہوں تو سوچ سے سچ روٹھ جاتا ہے، سجدے بے ذوق اور آہیں بے تاثیر ہو کر رہ جاتی ہیں، حضرت شعیب علیہ السلام کے پیش نظر معاشرتی خرابیوں کی اصلاح تھی کوئی ذاتی منفعت نہ تھی، اس لئے وہ دعوت و ہدایت کے ساتھ ہی یہ واضح کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکیزہ روزی اور آسودگی عطا کر رکھی ہے اور وہ معاملات حیات میں دیانت و امانت کو اپنائے ہوئے ہیں اور بغیر کسی اجر کے، اپنی استطاعت کے مطابق معاشرتی اصلاح کے آرزومند ہیں، وہ اس بنیادی بات کو بھی واضح کر دیتے ہیں کہ ہر توفیق بارگاہ الوہیت سے ملتی ہے اور اسی پر بھروسا کیا جاسکتا ہے اور اسی کی طرف رجوع، عبادت کا مرکز بھی وہی، استعانت کا محور بھی وہی، نشیمن بھی وہی شاخ نشمین بھی وہی، گویا ایک معاشرتی مصلح کے لئے لازم ہے کہ اس کے پیش نظر کوئی ذاتی مفاد نہ ہو اس کے قول و عمل میں کوئی سا تضاد بھی نہ ہو اللہ تعالیٰ پر اس کا ایمان سچا اور پکا ہو اور اسے اس کے حضور میں جوابدہی پر مکمل یقین ہو، قوم نے حضرت شعیبؑ کی دعوت سے انکار کیا اور انہیں قتل کی دھمکیاں دیں یوں وہ عذاب الٰہی کی مستحق ٹھہری، جب غلط روش، فطرت ثانیہ بن جاتی ہے، جب

زر و مال کی محبت نگاہوں کو خیرہ اور حواس کو مختل کر دیتی ہے اور جب ہوائے نفس، دل کے آئینے کو دھندلا دیتی ہے، تو مزاج قبولِ حق کی صلاحیتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور تباہی مقدر ہو کر رہ جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رشد و ہدایت کا آغاز فرمایا تو قریش کی کج فکری اور بدعملی حضرت شعیبؑ کی قوم سے کہیں بڑھ کر تھی۔ حضور ﷺ نے اصلاح احوال کے لئے اپنے جذبوں کا سوز اور نواؤں کا خلوص اس انداز سے وقف کیا کہ خارزار رشک بہاراں بن گئے، تخریب تہذیب کا دیباچہ ہوگئی اور ذروں کی تابناکی پر آفتاب و ماہتاب رشک کرنے لگے، اور تاریخ کو تسلیم کرنا پڑا کہ

یہیں خار وخس کے جلو میں ملی ہیں
ہزاروں بہاریں خراماں، خراماں
یہیں سے ملا تھا، یہیں مل سکے گا
سکون دل وجاں، سکون دل و جاں
کرشمے ہیں ان ﷺ کی نگاہِ کرم کے
خیاباں خیاباں، بہاراں بہاراں (مرتب)

بارھویں سیرت کانفرنس ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/ ۲۵، ۲۶/ اکتوبر ۱۹۸۸ء

مرکزی خیال

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَایِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ

کی روشنی میں اسلام کا نظام عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد

فہرست مضامین

۱ پیش لفظ جناب چوہدری شوکت علی

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
۲	سورۃ النحل کی آیت کریمہ کی روشنی میں اسلام کا نظام عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد	محمد مسعود خان	۱
۳۔	اسلام کا نظام عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد	ڈاکٹر غلام سرور خان نیازی	۲۷
۴۔	مکارم اخلاق کی تکمیل اور رذائل اخلاق سے اجتناب کا قرآنی فلسفہ	پروفیسر حافظ محمد طاہر	۵۳
۵۔	اسلام میں عدل واحسان کا مفہوم	محمد عمر دراز	۶۱
۶۔	سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ کی روشنی میں اسلام کا نظام عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد	پروفیسر محمد لطیف	۷۰
۷۔	نظام عدل اور اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ کی روشنی میں	ڈاکٹر عبدالرشید	۱۰۹
۸۔	اسلام کا نظام احسان اور اصلاح معاشرہ سیرت طیبہ کی روشنی میں	پروفیسر سعید الرحمٰن	۱۱۹
۹۔	زیردستوں کے ساتھ عدل واحسان اور سیرت طیبہ	پروفیسر سمیع اللہ قریشی	۱۲۷
۱۰۔	اسلام کا نظامِ عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد	ملک محمد اشرف	۱۴۵
۱۱۔	اسلام کا تصورِ عدل واحسان	سعید الدین شیرکوٹی	۱۶۹
۱۲۔	رسول اکرم ﷺ کے نظام عدل کی خصوصیات	پروفیسر حافظ احسان الحق	۱۸۵
۱۳۔	حضور علیہ السلام کا نظام عدل واحسان	بریگیڈیر گلزار احمد	۱۹۰
۱۴۔	نبوی نظام عدل	علامہ کفایت حسین نقوی	۲۱۳
۱۵۔	اسلامی ریاست کے انتظامی امور سیرت طیبہ کی روشنی میں	پروفیسر محمود علی شاہ	۲۲۵
۱۶۔	اسلام کا نظام عدل واحسان	ڈاکٹر نثار احمد	۲۲۷
۱۷۔	اسلام کا نظام عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد	پروفیسر حافظ احمد یار خان	۲۷۳
۱۸۔	معاشرتی زندگی میں احسان کی فضیلت واہمیت	مولانا محمد اطہر نعیمی	۲۹۷
۱۹۔	اسلام کا نظام امر بالمعروف ونہی عن المنکر	قاضی عبدالغفار خان	۳۲۱

ابتدائیہ

زیرنظر مقالات سیرت میں سورۃ والنحل کی آیت ۹۰ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَائِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ط کی روشنی میں اسلام کے نظم عدل واحسان اور برائیوں کے انسداد کا جائزہ لیا گیا ہے، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس آیت کو سنتے ہی عثمان بن مظعون کا انکار، اقرار، کفر، اسلام اور سرکشی، اطاعت کے سانچے میں ڈھل گئی ہی۔اور خیر وشر کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرنے والی اس آیت کی تعریف وہ لوگ بھی کرتے رہے جن کے دل میں کفر نے اپنا آشیانہ بنا رکھا تھا۔اس آیت میں تین امور پر عمل کی تلقین کی گئی ہے اور تین امور سے منع کیا گیا ہے، حکم دیا گیا ہے، عدل، احسان اور صلۂ رحمی کا، روکا گیا ہے بے حیائی، برائی اور سرکشی سے، اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو اس ایک آیت میں بصائر وعبر کی ایک دنیا سمٹی ہوئی ہے۔نصیحت، سبق آموزی اور فکر وتدبر کے سلسلے ہیں کہ پھیلتے ہی چلے جاتے ہیں، اس ایک آیت پر عمل سے اس ظلمت کدے میں نور بکھرتا رہا ہے اور جب تک اس پر عمل رہے گا، انسانی زندگی سکون وعافیت کا گہوارہ بنی رہے گی۔

عدل، اعتدال کی دل آویزیوں سے عبارت ہے، اعتدال تناسب وتوازن کا وہ حسین امتزاج ہے کہ اس سے زندگی رنگ ونور کی ایک نظر افروز قوس قزح اور سرور وحضور کی ایک خوبصورت کہکشاں بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے عدل کے ساتھ ہی احسان کا ذکر کر کے جلال کو جمال عطا کر دیا ہے کہ عدل سے زندگی تلخیوں اور ناانصافیوں سے بچتی ہے، جب کہ احسان سے ناگواریوں کی جگہ خوشگواریاں لے لیتی ہیں، عدل، خارزاروں کی نیش زنی سے بچاتا ہے جب کہ احسان، صحراؤں میں گل وگلزار کھلاتا ہے، عدل کا مقصد ہے کہ خود بھی آسودہ رہو اور دوسروں کی آسودگی کا بھی خیال رکھو، جب کہ احسان، اپنی مسرتوں کو دوسروں میں بانٹ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا نام ہے

رکھتے ہیں جو اوروں کے لئے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

گویا عدل واحسان سے معاشرتی زندگی بہر اعتبار، معتبر ہو جاتی ہے اور بہر نوع استبداد و استحصال کی جڑ کٹ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے معاملات ومناقشات میں عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے کو ایک

احسن امر اور خوبصورت نصیحت قرار دیا ہے (سورۃ النساء، آیت ۵۸) اور عدل ایک ہمہ گیر خوبی ہے زندگی کے ہر میدان میں اس سے رنگ وآہنگ نکھرتا ہے، یہ گفتار و کردار کا حسن ہے، بات بھی انصاف سے کرنے کا حکم ہے خواہ معاملہ اپنوں ہی کا کیوں نہ ہو کیونکہ بے ڈھب گفتگو سے بسا اوقات معاملات میں الجھاؤ پیدا ہوتا ہے، اسلام کے لفظ میں لغوی طور پر سلامتی، اطاعت، انکسار اور نرمی کا مفہوم پایا جاتا ہے، اعتدال کے راستے پر چلنا اور ہر قسم کی لغویت سے بچنا اسلام ہے۔

قرآن پاک نے کئی مقامات پر عدل وانصاف کا حکم دیا ہے، اپنوں کے ساتھ بھی اور بیگانوں کے ساتھ بھی، گفتار میں بھی اور رفتار میں بھی، لین دین میں بھی اور ناپ تول میں بھی، متاہل زندگی میں بھی اور معاشرتی معاملات میں بھی، شہادت کے ضمن میں بھی اور عدالت کے اُمور میں بھی، تحریر میں بھی اور تقریر میں بھی، اپنی ذات کے بارے میں بھی اور کائنات کے سلسلے میں بھی۔اغیار ہوں یا اخیار، ہر ایک کے ساتھ انصاف کا حکم ہے اور مقصود رضائے الٰہی ہے جس سے یہ زندگی بھی سنورتی ہے اور آخروی زندگی بھی نکھرتی ہے۔

عدل، انتہائی ذمہ داری کا شعبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابرین، شاہانہ مزاج کی برہمی کے نتیجے میں ہر سزا کا خیر مقدم کرتے تھے مگر دینی، فقہی اور اخلاقی عظمتوں کے باوصف کرسئ عدالت کی پیش کش کو قبول نہ کرتے تھے کیوں کہ وہ منصب عدالت کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ منصف اپنی زبان کے ہر بول اور اپنے قلم کی ہر تحریر کے لئے اس ایوان انصاف میں جوابدہ ہے جس کا دروازہ آنکھ بند ہوتے ہی کھل جاتا ہے، حق یہ ہے کہ عدل، خشیت الٰہی اور توفیق الٰہی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کی یوں پاسداری اور پاسبانی فرمائی کہ منکرین و مخالفین بھی مناقشات باہمی کے فیصلے آپ ﷺ ہی سے کراتے تھے کہ انہیں آپ کے فیصلوں پر مکمل اعتماد تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تب بھی صادق اور امین تھے جب کہ اعلان نبوت نہیں ہوا تھا اور اعلان نبوت کے بعد صدق وامانت کی یہ خوبیاں تابندہ تر اور پائندہ تر ہوتی چلی گئیں، جب کہ خلفائے راشدینؓ نے عدل و مساوات کی انتہائی قابل قدر روایات قائم کیں کہ تاریخ ان کی محراب عظمت میں دوزانو دکھائی دیتی ہے۔

عدل کے ساتھ احسان پر زور دیا گیا ہے کہ احسان سے مروت اور سخاوت کو بال و پر ملتے ہیں، اسی سے ایثار کا جذبہ ابھرتا ہے، دوسروں کے لئے زندہ رہنے کا شوق نکھرتا ہے، انسانی وحدت، اخوت کے جلو میں مسکراتی ہے، عدل سے ظاہر و باطن میں مساوات پیدا ہوتی ہے جب کہ احسان سے غازہ جاں کی بدولت چہرہ گلگوں نظر آتا ہے، اور جذب باہمی سے یہ ارضی دنیا جنت نشان ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے احسان کی تلقین کے ساتھ یہ بھی یاد دلا دیا کہ یوں احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا۔ (سورۃ القصص، آیت ۷۷) اور اللہ تعالیٰ کے احسانات کو نہ شمار کیا جا سکتا ہے، اور نہ ان کا حق ادا ہو سکتا ہے، احسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ عمل ہے، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو خصوصی صلہ عطا فرماتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں، انہیں اپنے قرب سے نوازتے ہیں، حکمت و علمیت کی فضیلتیں ان کے لئے وقف رہتی ہیں، زمین پر احسان کرنے والوں کو سماوی نوازشوں سے فیضیاب کیا جاتا ہے، اسلام نے عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک پر بہت زور دیا ہے کہ صاحب وسعت، اپنے غریب قرابت داروں کا خیال رکھیں، اور ان کی مالی اعانت کریں، اگر جسمانی طاقت ہو تو ضعیف محتاج رشتہ داروں کی ہاتھ پاؤں سے مدد کریں، اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم رشتے داروں کے لئے دعائے خیر ضرور کرنی چاہئے، ہمارے اسلاف نے قرابت داروں کے بارے میں حسن سلوک کی درخشندہ روایات چھوڑی ہیں، ہماری تاریخ ہمارے اسلاف کی انہی عظمتوں کی ایک دل آویز داستان ہے، کردار کی یہ درخشانی، فکر کی یہ تابانی اور عمل کی یہ نازسامانی، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ایک خوبصورت نتیجہ ہے۔

اک ترے قریۂ مہتاب سے نسبت ہے جنہیں
ان فقیروں کے تو کشکول میں دارائی ہے
وہ ارادوں کی طلب سے بھی فزوں دیتے ہیں
ختم اس بابِ کرم پہ کرم آرائی ہے

درج بالا تین اہم اخلاقی خوبیوں کے بعد جن تین برائیوں کا ذکر ہے، ان سے اگر اجتناب کیا جائے تو انفرادی طور پر انسان میں صالحیت آتی ہے جب کہ اجتماعی طور پر پورا معاشرہ سنورتا ہے، فحشاء سے ہر قبیح اور شرمناک فعل مراد ہے خواہ وہ لسانی ہو یا جسمانی، ایک مسلمان خود بھی غلط کاموں سے بچتا ہے، اور مقدور بھر ان کا سد باب بھی کرتا ہے، اپنی اصلاح کے بعد بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کا فرض خود بخود عائد ہو جایا کرتا ہے کہ روشنی وہی ہوتی ہے جو گرد و پیش کو منور کرے، منکر سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان کا ضمیر برا جانتا ہے اور بغی سے مراد حد سے بڑھنا ہے، اسلام نام ہے حقوق کی حفاظت کا، خواہ وہ حقوق خالق سے متعلق ہوں یا مخلوق سے، قرآن پاک نے نیکیوں میں تعاون اور برائیوں سے بچنے کی ہدایت کی ہے اور امت مسلمہ کو بہترین امت قرار دیا ہے اور ساتھ ہی بتا دیا ہے، بہترین امت وہ ہوتی ہے جو اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے، برائی کو دیکھنا اور چپ سادھ لینا، خود کو اس میں شریک کر لینا

ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ برائی کو قوت سے روکو، قوت نہ ہو تو زبان سے روکنے کی کوشش کرو اور یہ قدرت بھی نہ ہو تو کم از کم دل ہی سے برا جانو اور یہ علامت ہے کمزور ترین ایمان کی۔ اور یہ بات بھی اسی زبان صدق اظہار سے نکلی ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور اچھائی کا حکم دینا اور ضرور برائی سے روکنا، اگر نہ کرو گے تو عنقریب اللہ اپنے پاس سے تمہارے اوپر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اس کو ضرور پکارو گے لیکن تمہاری پکار سنی نہیں جائے گی۔ (جامع ترمذی/ابواب الفتن)

اور آج ہماری دعائیں بھی بے توقیر ہیں اور نوائیں بھی بے تاثیر، صرف اس لئے کہ ہمارے روز و شب نیکیوں سے تہی اور برائیوں سے پراگندہ ہیں۔

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوف خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا
جو نفس تھا خارگلو بنا، جو اٹھے تو ہاتھ لہو ہوئے
وہ نشاطِ آہ سحر گئی، وہ وقارِ دستِ دعا گیا (مؤلف)

چند اقتباسات

اسلام ان ابدی صداقتوں کے مجموعہ کا نام ہے جنہیں زمین و آسمان کے مالک نے ہدایت کے لئے اپنے انبیاء کے ذریعے بیان فرمایا ہے اور جن کو اپنی شکل میں آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اپنے قول اور فعل سے انسان کو تفویض فرمایا ہے، یہ وہ صداقتیں ہیں جن پر کہنگی اور فرسودگی کا کبھی سایہ نہیں پڑ سکتا، جو ہر دور اور ہر زمانے کے لئے مادی طور پر سچی ہیں اور جن میں مرور ایام سے کوئی فرق نہیں آتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ کسی انسان کے ذہن کی تخلیق نہیں ہیں کہ زمان و مکان کی دقتیں ان کے لئے زنجیر پا بن سکیں، اور ان کو جس خالق حقیقی نے بیان کیا ہے اس کے لئے ماضی حال اور مستقبل یکساں ہیں اور اسے زمان و مکان کی کوئی مجبوری لاحق نہیں۔

یہ دعویٰ کہ اسلام زندگی کے تمام مسائل کو بہ حسن و خوبی حل کرتا ہے اور کوئی نظام یا نظریہ حیات اس پہلو سے اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا محض ایک جذباتی دعویٰ نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو

خدا اور اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں کی تعمیر اور صورت گری کرتا ہے اور زندگی کے پہلو ہدایت الٰہی کے نور سے منور کرتا ہے خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، معاشرتی ہوں یا تمدنی، مادی ہوں یا روحانی، معاشی ہوں یا سیاسی اور ملکی ہوں یا بین الاقوامی اس کے ساتھ ساتھ اسلام پوری قوت سے زندگی کی روحانی حقیقت کا بھی اظہار کرتا ہے۔(۱)

مجاہدؒ کہتے ہیں ہر حلال اور ہر حرام قرآن حکیم میں بتا دیا گیا ہے، اس کے بعد علامہ ابن کثیر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول زیادہ جامع ہے کیوں کہ قرآن حکیم تمام علوم نافعہ کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے، اس میں گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں بھی ہیں اور آنے والے واقعات کا علم بھی ہے۔ ہر حلال اور حرام اور وہ تمام امور جن کی طرف لوگ اپنی دنیا، اپنے دین اور اپنی معاش و معاد میں رجوع کرتے ہیں سب مذکور ہیں۔(تفسیر ابن کثیر)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ شعر بھی اس قول کی تائید کرتا ہے۔

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افھام الرجال

قرآن پاک میں تو تمام علوم ہیں لیکن لوگوں کے ذہن ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے محترم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ:

اس ہماری اُتاری ہوئی کتاب میں ہم نے تیرے سامنے سب کچھ بیان فرما دیا ہے، ہر علم اور ہر شے اس قرآن میں ہے، ہر حلال و حرام، ہر ایک علم نافع اور ہر بھلائی، گذشتہ کی خبریں، آئندہ کے واقعات، دین دنیا معاش و معاد، سب کے ضروری احکام اس میں موجود ہیں، یہ دلوں کی ہدایت ہے، یہ رحمت ہے، یہ بشارت ہے۔

صاحبِ تدبر قرآن اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لئے رحمت اور بشارت ہے جو اپنے آپ کو بالکلیہ اپنے رب کے حوالے کر دیں، یہ ان کو صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرے گی، پھر جو اس صراطِ مستقیم کو اختیار کر لیں گے، ان پر خدائے رحمٰن ورحیم کی عظیم رحمت ہوگی، اور عظیم رحمت کی پیشگی بشارت ہے۔(۲)

اسلام کے پورے نظام کی اساس اور معیشت و معاشرت کی بنیاد عدل و انصاف پر ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو پوری کائنات کا نظام ہی عدل پر قائم ہے۔ چاند سورج ہوں یا آسمان ستارے سب کے سب نظامِ عدل سے قائم ہیں، عدل جہاں کہیں ہوگا وہاں بہاریں ہوں گی۔ اس کا بابرکت سایہ زندگی

کو پر بہار بنا دیتا ہے، آواز میں اعتدال آجائے تو نغمہ بن جاتا ہے، الفاظ موزوں ہو جائیں تو شعر بن جاتا ہے، اور رنگ و روپ کا توازن حسن کہلاتا ہے، جس قوم کی سیاست، معاشرت اور معیشت کی بنیاد عدل و انصاف پر ہوگی وہ قوم دنیا کی سب سے خوش بخت قوم ہوگی اور جس ملک میں عدل و احسان کا دور دورہ ہوگا وہ ملک اور اس کے باشندے خوف وغم سے آزاد ہر نعمت سے مالا مال ہوں گے۔(۳)

حدیث مبارک میں حیا کی اہمیت متواتر آئی ہے اور کتب تصوف اور اخلاق میں بھی اس کی فضیلت بیان ہوئی ہے، مجموعی معنی کے لحاظ سے آداب و احکام کی پاسداری اور بعض عقیدوں چیزوں اور شخصیتوں کے احترام کی خاطر خود کو کسی پیش قدمی سے روکنا جس سے دل شکنی یا بے احترامی یا سوئے خلق کا کوئی پہلو نکلتا ہے یا حدود وشرعی سے کچھ تجاوز کا امکان ہو بالارادہ حدود و احکام و احترام و آداب کو توڑنا بے حیائی ہے، یہ لفظ بھی عام ہے، لیکن خصوصی طور سے ان کا اطلاق بھی شہوانی امور پر ہوتا ہے، مثلاً کسی کا بالقصد اور علی الاعلان اور علی الرغم احکام واضح شہوانی طور پر اشتعال انگیزی اختیار کرنا (جزواً یا کلاً) یہ بے حیائی ہے، نرم حدود میں دانستہ اور علی الاعلان مناسب اور ضروری احترامات کو برطرف کر دینا بے حیائی ہے۔(۴)

قرآن مجید نے رذائل اخلاق اور برائیوں کے انسداد کے لئے جو حکمت عملی وضع کی ہے، وہ بہت ہی نرالی اور اچھوتی ہے، اسلام برائی اور شر کا توڑ شر اور برائی سے نہیں بلکہ خیر اور بھلائی سے کرنا چاہتا ہے چنانچہ مکارم اخلاق کے ساتھ ساتھ ان رذائل اور اخلاق شنیعہ سے بچنے کے لئے بھی ایک اکسیر کی نشاندہی کر دی ہے، قرآن مجید کی سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر ۴۵ پڑھئے۔

اُتْلُ مَااُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃ اِنَّ الصَّلٰوۃ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔

اے پیغمبر! جو کتاب آپ کی جانب وحی کی گئی ہے اس کی تلاوت کیا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے، بے شک نماز بے حیائی سے اور نامعقول کاموں سے باز رکھتی ہے، اور اللہ کی یاد بہت بڑی ہے۔(ترجمہ از کشف الرحمان)

گویا کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں اور نامعقول کاموں یعنی فحشا اور منکر سے روکتی ہے، اس لئے کہ ناشائستہ امور میں مبتلا ہونے سے ایک نمازی مسلمان جھجک اور شرمندگی محسوس کرتا ہے کیوں کہ یہ قاعدے کی بات ہے کہ دربار میں باقاعدہ حاضر ہونے والے بادشاہ کی نافرمانی بہت کم کرتے ہیں۔اور

کم از کم یہ تو ظاہر ہی ہے کہ نماز پڑھنے والا جب تک نماز پڑھنے میں مشغول رہتا ہے بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے محفوظ رہتا ہے، نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ ہر نیکی اور برائی کا ایک اثر ہوتا ہے ہر برائی سے دوسری برائی اور بھلائی سے دوسری بھلائی اور نیکی پھوٹتی ہے، آپ ایک نیکی کا کام کیجئے، آپ کو دوسری نیکی کی توفیق ارزانی ہوگی، یا ایک برائی سے بچنے کی کوشش کیجئے، آپ کو ایک نیکی کی سعادت نصیب ہوگی، اسی طرح ایک غلطی یقیناً دوسری غلطی کا موجب بنتی ہے، بلکہ ایک چھوٹا سا نیک عمل دائمی وظیفے کے طور پر اپنائیے، وہی عمل روحانی ترقی اور اُخروی نجات کی رہنمائی کا باعث بنے گا، اور چوں کہ نماز کو اللہ تعالیٰ کی حضوری اور اس کی یاد میں بڑا دخل ہے اس لئے اس سے دوسرے اعمال خیر کی طرف رہنمائی اور میلان نصیب ہوتا ہے یہی اعمالِ خیر سیئات کو مٹانے والے ہیں۔(۵)

اس تمدنی زندگی میں ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ہر معاملہ میں واسطہ پڑتا ہے، اور ہر ہر قدم پر خواہ وہ عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا اخلاقیات بسا اوقات ٹکراؤ ہو جاتا ہے، اور زندگی کے ہر شعبے میں کبھی نبھانا پڑتا ہے اور کبھی تبادلہ کر کے کام نکالنا پڑتا ہے، ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ہر موقع پر اخلاقی تعلیم اور اخلاقی برتاؤ بہت ضروری ہوتا ہے۔(۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنے غریب اور محروم اور محنت کش ساتھیوں کا غیر معمولی خیال رکھا، مدینہ میں ایک بہت ہی معمولی شکل وصورت اور بھدے نقوش والے صحابی اپنی محنت کشی کے دوران کسی جگہ پسینے میں تر کھڑے تھے، حضور اس راہ سے گزرے، انہیں دیکھا تو پیچھے سے آکر اپنے ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھ دیئے، آپ کی خشبو سے صحابی سمجھ تو گئے کہ یہ کون ہیں جنہوں نے اس خوبصورت ڈھب سے مجھ سے محبت کا اظہار کیا ہے مگر پھر جان بوجھ کر انہیں نے اپنے پسینہ سے تر جسم کو آپ کے جسم کے ساتھ ملا لیا اور جب اس غریب صحابی کا دل خوش ہو گیا تو آپ ﷺ نے ان سے اپنی محبت کے اظہار میں وہاں کھڑے لوگوں سے فرمایا، ایک غلام قابل فروخت ہے کون ہے جو اسے خریدے؟ غریب، محنت کش، مزدور صحابی بولے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ بدصورت، مفلوک الحال کو کون خریدے گا؟ تب سب کے سامنے ارشاد فرمایا: ”خدا اور اس کے رسول کے ہاں جو تمہاری قیمت ہے وہ تو کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا“۔(۷)

جن خوش بخت انسانوں کی تربیت مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی انہوں نے آگے چل کر اللہ کے عطا کردہ آخری فلسفۂ حیات اور اس فلسفۂ حیات پر مبنی نظام عدل واحسان سرور کائنات ﷺ کے سائے میں قائم کرنے کی سعادت حاصل کرنی تھی، اس فلسفۂ حیات کے نظام عدل واحسان کے تحت جو حکم پہنچایا جارہا

تھا،اسی نے اس امت کو دوسری امتوں سے ممیز کرنا تھا،تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے عدل واحسان نے ہراس قوم کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا تھا،جس قوم کی سرزمین تک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحابؓ یا ان اصحابؓ کے تربیت یافتہ خوش بخت تابعین پہنچ سکے۔

عدل واحسان کے حکم والی اس آیت کریمہ سے قبل جو آیت کریمہ ہے وہ بھی توجہ طلب ہے، اس آیت میں قیامت کے دن اعمال کی جواب دہی کے وقت گواہوں کے موجود ہونے کا ذکر ہے اور یہ گواہ ان امتوں میں سے ہی ہوں گے جنہوں نے اللہ کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہی کی ہوگی،اور پھر قرآن کریم کے اندر جو ہمہ جہت ہدایت موجود ہے اس کا ذکر کیا ہے اس ہدایت کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ○ (سورۃ النحل،آیت۸۹)

اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے (جس کے اندر) ہر چیز کا بیان موجود ہے،
اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔

اور پھر اس ہدایت رحمت اور بشارت کی کنجی نظام عدل واحسان کو سنبھال کر استعمال کرنے کا حکم دیا ہے،اور پھر ان باتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جن سے اجتناب ضروری ہے،اور یہ تین باتیں فحاشی،کفر اور بغاوت ہیں،ایک جانب عدل،احسان اور ایتائے ذی القربی کے تین عمل ہیں جو ملت کے لئے ہدایت رحمت و بشارت ہیں اور دوسری جانب تین عمل وہ ہیں جو امت کو پارہ پارہ کرنے والے ہیں اور وہ یہ ہیں، فحاشی،انکارِ احکام خداوندی اور تیسرے احکام ربانی و رسالت سے بغاوت ہے،ان تینوں کے نتیجے میں طوائف الملوکی،بربادی اور غلامی کی سزا ہے،نظام عدل واحسان کی اس آیت کریمہ سے بعد کی آیت بھی قابل توجہ ہے،اس میں وعدے کے ایفا کا ذکر ہے،جب مسند قضا پر کوئی مسلمان بیٹھتا ہے تو اس نے یہ وعدہ کیا ہوتا ہے کہ وہ طرف داری،رشوت،سفارش،باپ اور بھائی کی محبت سے بالاتر ہو کر عدل واحسان کے فرائض کی انجام دہی کرے گا،اور پھر فرمایا ہے کہ اس عورت کی مانند نہ ہونا جس نے نہایت محنت سے سوت کا تا اور پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا،قانون خداوندی اور دوسرے علوم کا سالہا سال کے ذریعے حاصل کرنا اور پھر جب منصب قضا عطا ہوا تو اسے رشوت،سفارش یا غلط محبت کے عوض ضائع کر دیا اور ساتھ ہی جہنم کی آگ کو سمیٹنے کا سامان مہیا کر لیا،اس طرح کے انسان کی عقل اور فہم کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔(۸)

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جو مثالی معاشرہ تشکیل کیا، اس میں تمام برائیوں سے اجتناب اور اخلاق رذیلہ سے احتراز، عبادات میں اعتدال، تقسیم دولت میں توازن، اخلاقی بنیادوں پر انسانی حقوق اور سیاسی و معاشرتی مساوات کا خصوصی اہتمام تھا، اس میں کوئی فرد مراعات یافتہ نہ تھا اور کسی طبقے کو دوسرے طبقے پر نسلی برتری حاصل نہ تھی، البتہ فضیلت کا ایک نظریاتی معیار یعنی تقویٰ ضرور موجود تھا، جو انسانی ترقی اور انفرادی حقوق میں قطعاً حائل نہ تھا۔(۹)

تقویٰ کی اصطلاحی تعریف چاہے کچھ کی جائے اور اس کے لئے ظاہرہ لباس چاہے کچھ تجویز کیا جائے، اپنی حقیقت کے اعتبار سے تقویٰ انتہاؤں کے درمیان توسط و اعتدال اور شدتوں کے مابین تناسب برتنے کا نام ہے، یہاں تک کہ اس تناسب و اعتدال سے ایمان و عمل کی کوئی شاخ خالی نہیں اور نفس کی ملکوتی صفات کا نمو کیفیات عدل و قسط سے ہی ہوتا ہے، چنانچہ علمائے اخلاق کی تصریح کے مطابق حکمت کو تکبر و جہالت اور کند ذہنی و ہوس کے مابین، شجاعت کو، بزدلی و دلیری اور پیش قدمی و خوف کے درمیان، سخاوت کو تدبیر اور بخل و فضول خرچی کے وسط میں، اور عفت کو حرص و پستی اور خیانت وضعف شہوت کے بیچ ہی تلاش کیا جاسکتا ہے، نفس کی تعدیل و تقویم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کے بطن میں جو صلاحیتیں بالقویٰ موجود ہیں انہیں بالفعل اعتدال سے ہم آہنگ کیا جائے یعنی قوت فکر یہ غصبیہ اور شہویہ کے گھوڑوں میں توازن و اعتدال کی لگامیں ڈالی جائیں۔(۱۰)

جس طرح یہ کائنات (عالم تکوینی) ایک نظام عدل و اعتدال اور تناسب و توازن پر قائم ہے اسی طرح انسانی معاشرے میں اسلام کا تشریعی نظام عدل برپا کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر معاشرے کی بیماریاں اور خرابیاں ختم نہیں ہوسکتیں، بلکہ اس کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے، اور کاروبار حکومت تو عدل کے بغیر چل ہی نہیں سکتا، حضرت علیؓ کا مشہور قول ہے کہ ''کفر و شرک کے ساتھ حکومت برقرار رہنا ممکن ہے مگر عدل کے بغیر ایسا نہیں ہوسکتا''۔ بلکہ علامہ طنطاوی (جوہری) نے تو افلاطون کی ''جمہوریہ'' کے حوالے سے یہ لطیفہ بھی بیان کیا ہے کہ باہمی عدل و انصاف کے بغیر تو چوروں کا ایک جتھا بھی نہیں چل سکتا، تو اقوام و امم اور اجتماع و معاشرہ کا کیا حال ہے؟(۱۱)

آیت کا آخری جملہ کتنا اطمینان بخش ہے کہ راہِ محبت کے راہ رو خود کو تنہا خیال نہ کریں ان کا کریم پروردگار ان کے ساتھ ہے قدم قدم پر ان کی رہنمائی فرمارہا ہے، ہر مشکل مرحلے پر ان کی دستگیری کر رہا ہے، جب بھی ان کے قدم پھسلنے لگتے ہیں اس کی توفیق آگے بڑھ کر ان کو سنبھال لیتی ہے اور گرنے نہیں

دیتی، اور جس مسافر کو محبوب حقیقی کی معیت نصیب ہو تو منزل کتنی بلند، دور اور کٹھن کیوں نہ ہو خود بخود اس کے قریب ہو جایا کرتی ہے، نیز اپنے بندوں کے بدخواہوں کو بھی خبردار کر دیا کہ وہ انہیں اکیلا اور بے یار و مددگار نہ سمجھیں، میری نصرت میری تائید ان کے شریک حال ہے تمہارا کوئی مکر، فسوں، تمہارا کوئی حیلہ اور تدبیر انہیں گزند نہیں پہنچا سکتی۔(۱۲)

اسلام صلۂ رحمی پر اس لئے بہت زیادہ زور دیتا ہے کہ خاندان کو معاشرے میں ایک بنیادی اور اہم حیثیت حاصل ہے خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی اور اہم عنصر ہے اور افراد کی شخصیت کی تعمیر و تربیت میں اس کا کردار لاثانی ہے، یہ خاندان کا ادارہ فطرت انسانی کے میلانات جذبات اور ضروریات کی تکمیل کرتا ہے خاندان کی اصلاح دراصل ایک طرف افراد کی بہتر تربیت اور دوسری طرف معاشرے کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہے، صلۂ رحمی خاندان کی اصلاح کا واحد مؤثر اور قابل عمل ذریعہ ہے، اسلام صلہ رحمی کا حکم دے کر ہر خاندان کے تمام متمول افراد کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے ان افراد کی ضروریات پوری کرنے میں کوتاہی کر کے گناہ کا ارتکاب نہ کریں جو کسی وجہ سے اپنی ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہیں، اسلام کی نگاہ میں ایک معاشرے کی اس سے بدتر غیر متوازن اور ظالمانہ اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ اس کے اندر ایک شخص یا چند محدود اشخاص تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور اس خاندان کے باقی تمام افراد بنیادی ضروریات تک کے محتاج ہوں اگر ہر خاندان کے تمام متمول افراد صلۂ رحمی کے اسلامی حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے اپنے خاندان کے ضرورت مند افراد کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر لیں تو معاشرہ بلا خوف و تردد معاشی لحاظ سے خوشحال اور معاشرتی لحاظ سے انسانی مساوات کا بہترین نمونہ ہوگا۔(۱۳)

اختتامیہ

حضرت ابن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ سورۃ النحل کی مذکورہ بالا آیت قرآن پاک کی جامع ترین آیت ہے، کیوں کہ اس میں ہر وہ نیکی مذکور ہے جس کو اپنانا ضروری ہے اور ہر اس برائی کی نشاندہی کی گئی ہے جس سے بچنا لازم ہے، عدل، احسان اور صلہ رحمی کو اپنانا اور فحشا، منکر اور بغی سے بچنا، خود کو بالخصوص اور پورے معاشرے کو بالعموم عز و شرف کی رفعتوں تک لے جانا ہے، یہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فوز و فلاح اور تطہیر و تعمیر کے لئے نسخۂ اکسیر ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں تبیاناً لکلی شیء فرمایا گیا ہے، یہ آیت بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ اس کی جامعیت اور ہمہ گیری اپنی مثال آپ ہے، اس پر عمل سے اعمال واخلاق اور معاملات واحساسات تناسب وتوازن کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، اپنی پسند کے مطابق دوسروں کے لئے پسند کیا جاتا ہے، ذاتی ترجیحات، لطف، رحم، عفواور درگزر ایسی خوبیوں کو اپنالیتی ہیں، حیوانی اور شیطانی قوتیں دب جاتی اور عقلیہ وملکیہ قوتیں ان پر غالب آجاتی ہیں، فطری خوبیاں اور نیکیاں جاگ اٹھتی ہیں اور انسانی زندگی منشائے ایزدی کے مطابق ہو جاتی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس آیت کریمہ کو خطبہ جمعہ کا جز بنا کر اس کی جامعیت کا کما حقہ اعتراف فرمایا ہے، مولانا محمد حنیف ندویؒ کے الفاظ میں

> اسلام دین متوسط اس لئے ہے کہ اس سے قبل کے تمام ادیان میں افراط وتفریط ہے، وہ مذہب جس میں ظاہریت بھی ہو اور روحانیت بھی، اجمال اور شریعت کی تفصیل بھی، معارف الٰہی کا ذکر بھی ہو اور فلسفہ وحکمت بھی، تو وہ صرف اسلام ہے جو اعتدال وتوازن سمویا ہوا ہے، کوئی بات زائد نہیں، ہر حکم فطرت کی ترازو میں تلا ہوا اور قدرت کے پیمانے میں نپا ہوا ہے اور سورۃ النحل کی اس آیت میں اسلام کی اساسی تعلیمات کا ذکر ہے یعنی اللہ کے احکام کا خلاصہ ذکر کر دیا ہے، بلکہ اسے اگر روح اخلاق سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔

الغرض انصاف کے تقاضے نہ دشمنی کی بنا پر مجروح ہونے چاہئیں اور نہ محبت کی بنیاد پر متزلزل، طرز عمل کو بہر نوع معتدل رہنا چاہئے کہ افراط حقیقت کو افسانہ اور محبت کو مبالغہ بنا دیتا ہے اور تفریط سے سخاوت، بخل اور شجاعت، بزدلی بن جاتی ہے۔ احسان ایک قابل قدر جذبہ ہے، احسان یہ بھی ہے کہ ہر حال میں برداشت اور درگزر کو اپنایا جائے، اور یہ بھی کہ دوسرے کو اس کے حق سے زیادہ دیا جائے تا کہ فیصلوں کا عدل تفضّل کے سانچے میں ڈھل کر فدائیت تک پہنچ جائے، خود پر دوسروں کو ترجیح دی جائے، دوسروں کے لئے زندہ رہنا اور اپنی مسرتوں کو بھی دوسروں کے لئے وقف کر دینا، انسانی عظمت کا ایک بلند درجہ ہے، احسان یہ بھی ہے کہ فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے، احسان سے عبادت میں سرور وحضور کی کیفیت پیدا ہوتی ہے یوں عبادت، دیدار الٰہی کا ذریعہ بن جاتی ہے، وساوس کی دھند چھٹتی اور حق کے انوار دل کے گوشے گوشے کو منور کر دیتے ہیں، یہ نکتہ قابل غور ہے کہ احسان کا ذکر کر کے حسن سلوک سے ملنے والی سعادتوں کے حصول پر آمادہ کرنے کے بعد، عزیز واقربا

سے بہترین طرز عمل کی تلقین، صلۂ رحمی کی اہمیت کو واضح کر رہی ہے کہ اقارب، لاکھ عقارب بن جائیں، دین کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ بہترین برتاؤ میں فرق نہ آئے، ساتھ ہی اس آیت میں بے حیائی سے روکا گیا ہے، اور آج اس آیت کی اہمیت اس قدر واضح ہے کہ تہذیب وثقافت اور آرٹ کے نام پر ہر نوع کی بے حیائی عام ہوگئی ہے، مخلوط محفلوں اور فیشن کی خرافات سے بچنے والوں کو جاہل سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ اور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا، اسے اپنے لئے پسند کر لینا، دین حق سے بغاوت کے مترادف ہے، یہ بغاوت، نافرانی کو ظلم وعدوان کی ان انتہاؤں تک لے جاتی ہے جہاں انسان حیوان سے بدتر ہو کر رہ جاتا ہے، اس کا چہرہ روشن ہوتا ہے، مگر اندرون چنگیز سے تاریک تر، لباس پر سلوٹ سے پاک مگر دل شکن در شکن، آنکھیں بے باک اور دل شرابی ہو جاتے ہیں، ذوقِ نظر، عیش شعور گناہ تک کے فاصلوں کو سمیٹ کر رکھ دیتا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ قطع رحمی اور بغی دونوں جرم اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہیں کہ اللہ تعالیٰ ڈھیل نہیں دیتے بلکہ سزا کا کوئی کوڑا فوری طور پر حرکت میں آجاتا ہے، اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

بار ہا دیکھا ہے اس دار مکافات میں میر
سنگ اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ پتھر آیا(مؤلف)

حوالہ جات

گیارہویں سیرت کانفرنس ۱۲، ۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ/ ۵، ۶/ اکتوبر ۱۹۸۷ء:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصلاح معاشرہ/ خلیل احمد علیم/ ص ۱۸ تا ۲۵

۲۔ اصلاح معاشرہ اور معیشت، سیرت طیبہ کی روشنی میں/ ڈاکٹر عبد الرشید/ ص ۱۲ تا ۱۴

۳۔ حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کی کیسے اصلاح فرمائی/ خادم حسین شاہ نجم/ ص ۳۲

۴۔ حضور ﷺ اور اصلاح معاشرہ/ قاضی چن پیر الہاشمی القادری/ ص ۳۹ تا ۴۰

۵۔ اصلاح معاشرہ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے/ سید حسین علی ادیب/ ص ۶۲

۶۔ اصلاح معاشرہ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں (اصول واقدار کے حوالے سے)/ فضل القدیر ندوی/ ص ۸۲

۷۔ ایضاً/ ص ۸۶

۸۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمت اصلاح معاشرہ/ پروفیسر عبد الجبار شیخ/ ص ۹۷

۹۔ اصلاح ادب معاشرت قرآن وحدیث کی روشنی میں/ پروفیسر سید اذکیا ہاشمی/ص ۱۶۵

۱۰۔ ایضاً/ص ۱۷۰

۱۱۔ سیرت نبوی کی روشنی میں اصلاح معاشرہ نظام عدل کے بغیر ممکن نہیں/ سید اصغر علی/ص ۱۷۶

۱۲۔ ایضاً/ص ۱۷۷

۱۳۔ حضور ﷺ اور اصلاح معاشرہ/ پروفیسر احسان الدین/ص ۱۹۳

بارھویں سیرت کانفرنس ۱۲،۱۳ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/ ۲۵،۲۶ اکتوبر ۱۹۸۸ء:

۱۔ اسلام کا نظام عدل واحسان اور برائیوں کا انسداد/ محمد مسعود خان/ص ۲۸

۲۔ ایضاً/ص ۲۹

۳۔ ایضاً/ص ۱،۲

۴۔ ایضاً/ ڈاکٹر غلام سرور خان نیازی/ص ۴۶

۵۔ مکارم اخلاق کی تکمیل اور رذائل اخلاق سے اجتناب کا قرآنی فلسفہ/ پروفیسر حافظ محمد طاہر/ص ۵۸

۶۔ اسلام کا نظام اور اصلاح معاشرہ/ پروفیسر سعید الرحمٰن/ص ۱۲۶

۷۔ زیردستوں کے ساتھ عدل واحسان اور سیرت طیبہ/ پروفیسر سمیع اللہ قریشی/ص ۱۲۹

۸۔ حضور علیہ السلام کا نظام عدل واحسان/ بریگیڈیر گلزار احمد/ص ۱۹۹، ۲۰۰

۹۔ نبوی ﷺ نظام عدل/ علامہ کفایت حسین نقوی/ص ۲۱۵

۱۰۔ اسلام کا نظام عدل واحسان/ ڈاکٹر نثار احمد/ص ۲۴۵

۱۱۔ اسلام کا نظام عدل واحسان/ پروفیسر حافظ احمد یار خاں/ص ۲۸۰

۱۲۔ معاشرتی زندگی میں احسان کی فضیلت واہمیت/ مولانا محمد اطہر نعیمی/ص ۳۱۴

۱۳۔ اسلام کا نظام امر بالمعروف ونہی عن المنکر/ قاضی عبدالغفار خاں/ص ۳۲۶

قرآن حکیم کی آسان اور سہل انداز میں لکھی گئی مقبول ومعروف لغت

معجم القرآن

سید فضل الرحمٰن

دیدہ زیب طباعت کے ساتھ جیبی ایڈیشن شائع ہوگیا ہے

صفحات: ۳۶۰ قیمت: ۹۶/روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

سیرت طیبہ پر نئی کتب

۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۴ء

السیرہ کے شمارہ ۸ میں ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۲ء تک شائع ہونے والی نئی کتب سیرت کی ایک فہرست شائع کی گئی تھی۔ اب اس کا دائرہ بڑھاتے ہوئے ۲۰۰۰ء سے تا حال شائع ہونے والی کتب کی ایک فہرست شائع کی جارہی ہے، ادارے کی خواہش وکوشش یہ ہے کہ اس سلسلے کو ششماہی یا سالانہ بنیادوں پر جاری رکھا جاسکے، اس حوالے سے ناشرین ومؤلفین اگر اپنی نئی مطبوعات کے بارے میں ادارے کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتے رہیں گے تو ادارہ ان کا شکر گزار ہوگا۔ ادارہ

۱۔ آفتاب نبوت ﷺ کی کرنیں/ مولانا حسین صدیقی/ دارالاشاعت، کراچی

۲۔ اپنے حبیب سے ملئے/ مولانا محمد عارف/ ص ۱۶۰/ قیمت ۱۵/ تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور

۳۔ اسلام اور عصر حاضر کے مسائل (تعلیمات نبوی کی روشنی میں)/ پروفیسر عبدالماجد/ ص ۲۷۹/ قیمت ۱۰۰/ ہزارہ سوسائٹی فار سائنس ریلیجن ڈائیلاگ، ہزارہ

۴۔ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم/ حکیم اکبر کوثر/ ص ۹۳/ طب نبوی فاؤنڈیشن، وانم باڑی، انڈیا

۵۔ اعجاز سیرت/ ڈاکٹر محمد ذکی/ ص ۲۸۴/ بیکن پبلشرز علی گڑھ

۶۔ الامین صلی اللہ علیہ وسلم/ رفیق ڈوگر/ دید شنید پبلشرز، لاہور

۷۔ انسائیکلوپیڈیا سیرت النبی ﷺ/ سید عرفان/ ص ۴۷۴/ زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی

۸۔ پیغمبر صحرا/ کے ایل گابا/ احمد الدین مارہروی/ ص ۲۴۸/ قیمت ۶۲/ فرید بک ڈپو، نئی دہلی

۹۔ تجارت کے اصول/ سید عزیز الرحمٰن/ ص ۶۴/ قیمت ۴۴/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی

۱۰۔ تجلیات سیرت النبی/ پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد/ ص ۵۸۶/ قیمت ۳۰۰/ گوشۂ محققین ننکانہ صاحب، ضلع شیخوپورہ

۱۱۔ تقاریر سیرت النبی ﷺ/ مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ/ ص ۱۶۰/ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، اردو بازار کراچی،

۱۲۔ تنقید معجزات کا علمی محاسبہ/ محمد احمد مصباحی/ ص ۱۷۶، قیمت ۵۰/ ۲۰۰۱ء/ مبارکپور، انڈیا
۱۳۔ حب رسول ﷺ/ ڈاکٹر رفیق احمد/ ص ۲۴/ فتح پور انڈیا
۱۴۔ حدیث وفا (لعاب نبوی ﷺ کی برکات)/ مفتی محمد سعید خاں/ ص ۳۲۸/ ندوۃ المصنفین/ انڈیا
۱۵۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بطور ماہر معاشیات/ حکیم ایم اے قاسم/ علم و عرفان پبلشرز، لاہور
۱۶۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حیات و خدمات/ موسیٰ خان جلال زئی/ ص ۴۹۶/ قیمت ۴۵۰/ بک بز، مزنگ روڈ، لاہور
۱۷۔ حضور ﷺ، استاد، مربی/ مولانا شمس الحق ندوی/ ص ۱۹۶، قیمت ۶۰/ ندوی بکڈپو، لکھنؤ
۱۸۔ حمیدیۃ الزمان، بافضلیۃ الرسول الاعظم بنص القرآن/ سید محمد عارف بن احمد بن سعید المنیر الحسینی الدمشقی/ ص ۲۰۳/ قیمت ۱۰۰/ سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی، بھاولپور
۱۹۔ حیاتِ رسول ﷺ/ ڈاکٹر محمد ایوب خان/ ص ۲۲۳/ ادارۂ اشاعتِ قرآن، لاہور
۲۰۔ حیاتِ رسول امی ﷺ/ خالد مسعود/ ص ۶۰۰، قیمت ۳۷۵/ دار التذکیر اردو بازار، لاہور
۲۱۔ خانگی زندگی اور اسوۂ حسنہ/ سید عزیز الرحمٰن/ ص ۴۸/ قیمت ۲۰/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی
۲۲۔ خطبات سیرت/ ڈاکٹر سید سلمان ندوی/ ص ۱۶۰/ معہد ام القریٰ، جامعہ اشرفیہ، لاہور
۲۳۔ خلق عظیم/ پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی/ ص ۱۷۰/ قیمت ۷۵/ دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد
۲۴۔ الدعا المسنون/ مفتی محمد ارشاد/ ص ۶۰۸/ قیمت ۲۰۰/ زم زم پبلشرز، کراچی
۲۵۔ روح تکلم/ پروفیسر محمد اکرم رضا/ ص ۱۶۰/ قیمت ۶۰/ فروغِ ادب اکادمی، لاہور،
۲۶۔ رسالہ سیرت النبی ﷺ/ حافظ تقی الدین جماعیلی/ غلام ربانی عزیز، ترجمہ/ ص ۳۲/ قیمت ۳۵/ ناشر عبداللہ خاں اٹک
۲۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (منظوم سیرت)/ نصیر براز/ ص ۱۷۶/ قیمت ۱۵۰/ بھوپال انڈیا
۲۸۔ رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی/ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/ ص ۲۳۰/ دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی
۲۹۔ رسول اکرم ﷺ میدان جنگ میں/ نور بخش توکلی/ ص ۱۸۳/ قیمت ۷۰/ صفہ پبلی کیشنز، لاہور

۳۰۔ رسول ﷺ رحمت تلواروں کے سائے میں (دو جلدیں) / حافظ محمد ادریس / اول ص ۳۶۰، دوم ص ۳۴۴ / قیمت ۲۲۰ / مکتبۃ احیائے دین، لاہور

۳۱۔ رسول اللہ ﷺ کے قرآنی اہل بیت (اول) / عبدالستار احمد صدیقی

۳۲۔ رسولِ مختار ﷺ / مولانا اختر حسین مصباحی / ص ۱۶۰ / ابلاغ پبلی کیشنز، نئی دہلی

۳۳۔ رسولِ مختار ﷺ / مولانا اختر حسین فیضی مصباحی / ص ۱۶۰ / مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ، یوپی

۳۴۔ سیرت الانبیاء اور تاریخ الاقوام / ڈاکٹر محمد ذکی / ص ۲۱۰ / بیکن پبلشرز، علی گڑھ، انڈیا

۳۵۔ سیرت پاک کے بعض اہم پہلو / مقصود الٰہی شیخ / ص ۲۴۰ / برطانیہ

۳۶۔ سیرت حلبیہ / علی بن برہان الدین حلبی (اردو ترجمہ) / ۶ جلدیں / دارالاشاعت، کراچی

۳۷۔ سیرت سید الانبیاء ﷺ / محمد ہاشم سندھی / ترجمہ بذل القوۃ، مترجم محمد علیم الدین / ص ۶۰۱ / مظہر عالم لاہور

۳۸۔ سیرتِ نبویہ ﷺ ازافادات مہریہ / پیر سید مہر علی شاہ / ص ۸۱ / قیمت ۵۵

۳۹۔ سیرت النبی ﷺ / ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن / ص ۲۳۷ / حمزہ فاؤنڈیشن، لاہور

۴۰۔ سیرت النبی ﷺ کے امتیازات / ص ۳۲ / ہاؤس آف وزڈم، کراچی

۴۱۔ سیرت النبی ﷺ کے چند گوشے / قاضی محمد مطیع الرحمٰن / ص ۱۹۳ / قیمت ۱۲۰ / فیض الاسلام پرنٹنگ پریس،

۴۲۔ سیرت النبی ﷺ قرآن جی آئینی مہ (سندھی) / سید گل محمد شاہ بخاری / ص ۵۵۲ / قیمت ۲۰۰ / مہران اکیڈمی، شکار پور سندھ

۴۳۔ سیرۃِ سید البشر ﷺ / پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ / ص ۹۶۴ / قیمت ۴۰۰ / علم و عرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور

۴۴۔ شانِ نبی ﷺ / سلیم یزدانی / ص ۸۰ / قیمت ۱۰۰ / مجلس شاہ فرید کراچی،

۴۵۔ شرح شمائل ترمذی / مولانا عبدالقیوم حقانی / ص ۶۴۰، قیمت ۲۲۵ / القاسم اکیڈمی، نوشہرہ

۴۶۔ شمائل و اخلاقِ نبوی ﷺ / قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ / ترجمہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف / ۱۹۰ / قیمت ۱۲۰ / نفیس اکادمی، اردو بازار لاہور،

۴۷۔ شمائل الکبریٰ/ مفتی محمد ارشاد قاسمی/ ۶ جلدیں/ دارالاشاعت، کراچی
۴۸۔ شمائل الکبریٰ/ مفتی محمد ارشاد قاسمی/ ۷ جلدیں/ زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
۴۹۔ عہد نبوی کے نادر واقعات/ علی اصغر چودھری/ ص ۲۷۲/ قیمت ۷۰/ فرید بکڈپو، نئی دہلی۔
۵۰۔ غزوات النبی ﷺ/ مسعود مفتی/ قیمت ۳۰۰/ علم و عرفان پبلشرز
۵۱۔ فرہنگِ سیرت/ سید فضل الرحمٰن/ ص ۳۲۸/ قیمت ۱۵۰/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی
۵۲۔ فلسفہ سیرت خاتم الانبیاء/ سید تصدق بخاری/ ص ۶۴۰/ القاسم اکیڈمی، نوشہرہ،
۵۳۔ قصص الانبیاء (اردو)/ دارالاشاعت، کراچی
۵۴۔ قصص النبی ﷺ اور اسوۂ صحابہؓ کے درخشاں پہلو/ مولانا نور محمد انیس/ ص ۴۴۷/ دارالاشاعت، کراچی
۵۵۔ قصیدہ بردہ (بانت سعاد)/ اختر فتح پوری/ ص ۴۴/ گجرات
۵۶۔ گلدستہ سیرت/ حافظ سید فضل الرحمٰن/ ص ۱۲۸/ قیمت ۷۵/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی
۵۷۔ لاڈلے رسول کی چہیتی بیٹی/ عبدالرؤ المناوی/ محمد حسن صدیقی مترجم/ ص ۹۵/ قیمت ۴۵/ زم زم پبلشرز
۵۸۔ لولاک (منظوم سیرت) چندر بھان خیال/ صفحات ۱۲۸/ قیمت ۵۰/ فرید بک ڈپو، نئی دہلی/
۵۹۔ محمد دی پرافٹ آف اسلام (انگلش)/ ڈاکٹر خالد علوی/ ص ۳۲۶/ قیمت ۲۵۰/ دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
۶۰۔ ماہنامہ مسیحائی سیرت رسول نمبر ﷺ مدیر اعلیٰ احمد خیرالدین انصاری/ ص ۱۷۶/ قیمت ۱۳۰
۶۱۔ مجدد علومِ سیرت ڈاکٹر حمید اللہ/ غطریف شہباز ندوی/ قیمت ۱۲۰/ نئی دہلی
۶۲۔ محبت رسول ﷺ/ ابوکلیم مقصود الحسن فیضی/ ص ۲۷۰/ قیمت ۱۲۰/ مکتبہ نورالاسلام، لاہور
۶۳۔ محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق/ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/ دارالاشاعت، کراچی
۶۴۔ مزدوروں کے حقوق اور فرائض/ سید عزیز الرحمٰن/ ص ۴۸/ قیمت ۲۲/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی
۶۵۔ معجزات سرور عالم ﷺ میجر فتح محمد/ ص ۸۰/ قیمت ۳۰/ القاسم اکیڈمی، نوشہرہ

۶۶۔ معجزات النبی ﷺ/خلیق احمد نقشبندی/ص ۲۶۰/ الرحیم پبلی کیشنز، کراچی

۶۷۔ معجزات النبی ﷺ (اردو ترجمہ)/امام ابن کثیرؒ/ دارالاشاعت، کراچی

۶۸۔ معجزات نبوی ﷺ/علامہ عالم فقری/ص ۲۵۶/ قیمت ۶۴/فرید بکڈ پو پرائیویٹ لمٹیڈ، نئی دہلی

۶۹۔ مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس ، ۲۰۰۱ء/ ۱۴۲۲ھ (حصہ خواتین)/ وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد/ص ۴۹۷

۷۰۔ مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس، ۲۰۰۱ء/۱۴۲۲ھ (حصہ مرد حضرات)/ وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد/ص ۵۲۲

۷۱۔ مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس ،۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۳ھ (مرد و خواتین)/ وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد/ص ۵۵۴

۷۲۔ مقالات سیرت، قومی سیرت کانفرنس، ۲۰۰۳ء/ ۱۴۲۴ھ/ وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ و عشر، حکومت پاکستان، اسلام آباد/ص ۵۶۱

۷۳۔ الموسوعۃ القضائیۃ (اردو)/ ریسرچ کمیٹی، فلاح فاؤنڈیشن/ص ۵۶۲/ قیمت ۲۵۰/ فلاح فاؤنڈیشن، پاکستان

۷۴۔ الموسوعۃ القضائیۃ (عربی)/ ریسرچ کمیٹی، فلاح فاؤنڈیشن/صفحات ۵۷۱/ قیمت ۳۰۰ روپے/ فلاح فاؤنڈیشن، لاہور

۷۵۔ موضوعاتی اشاریہ شش ماہی السیرہ، نعت رنگ/ حافظ محمد اظہر سعید/صفحات ۵۶/ قیمت ۲۵/ سیرت اکادمی، بلوچستان

۷۶۔ مولانا شبلی بحیثیت نگار/ ظفر احمد صدیقی/ص ۳۰۴/ قیمت ۲۵۰/ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

۷۷۔ ناموسِ محمد ﷺ کے پاسبان/ محمد طاہر عبدالرزاق/ص ۲۰۸/ قیمت ۹۰/علم و عرفان پبلشرز، لاہور

۷۸۔ نبوی دعائیں/ سید عزیز الرحمٰن/ص ۱۱۲/ قیمت ۷۵/ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی

۷۹۔ نبوی لیل و نہار (مکرر اشاعت) مولانا سعد حسن ٹونکی/ص ۶۴/ قیمت ۴۵/ مکتبہ قاسمیہ، لاہور

۸۰۔ نبی کریم ﷺ کی عائلی زندگی/ حافظ محمد سعد اللہ/ص ۴۰۲، قیمت ۲۰۰/ بارئٹ بکس، لاہور

۸۱۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم/ اہلیہ ڈاکٹر سہراب انور/ص ۵۲۴/ دارالاشاعت، کراچی

اہم موضوعات پر چند مختصر کتابیں

۱۔	استحکام پاکستان، سیرت طیبہ کی روشنی میں، (سیرت ایوارڈ یافتہ)	ص ۶۰	قیمت ۳۰
۲۔	اقوال زواریہ (جیبی سائز)، مولانا سید زوار حسینؒ کے اقوال کا مجموعہ	۱۶۰	۳۰
۳۔	تجارت کے اصول، سیرت طیبہ کی روشنی میں	۶۴	۲۲
۴۔	حجاب اور اسلام پردے کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں جامع اور مدلل تحریر	۵۶	۲۰
۵۔	خانگی زندگی اور اسوۂ حسنہ، خاندانی معاملات اور قریبی رشتوں سے تعلقات کی نوعیت کے بارے میں ہدایات	۴۸	۲۰
۶۔	خطبہ حجۃ الوداع، آپ ﷺ کے مشہور خطبے کی روایات کا مجموعہ	۴۴	۲۵
۷۔	خطوط ہادی اعظم ﷺ دستیاب شدہ ۶ مکتوبات نبوی ﷺ کے عکس آرٹ پیپر پہ مع متعلقہ تفصیل	۶۲	۴۰
۸	سوغاتِ مجددی، مکتوبات مجددی کا جیبی سائز میں خلاصہ،	۱۷۶	۳۰
۹۔	فکر آخرت، آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کے حوالے سے ایک جامع تحریر	۴۰	۱۸
۱۰۔	مزدوروں کے حقوق وفرائض، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں	۴۸	۲۰
۱۱۔	موسیقی کی حقیقت، مع چہل حدیث	۴۰	۲۵

دعوتی نقطۂ نظر سے تقسیم کرنے والے حضرات کے لئے خصوصی رعایت

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: ۷۴۶۰۰۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰

www.zawwaracademy.org

E-mail:nfo@zawwaracademy.org

وخیر جلیس فی الزمان کتاب

میزان

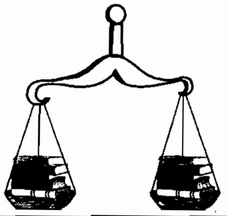

تبصرۂ کتب

نام کتاب: شمائل کبریٰ (سات جلدیں)

مؤلف: مفتی محمد ارشاد قاسمی

ناشر: زمزم پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

صفحات: جلد ۱، ۵۸۲، جلد ۲، ۲۸۴، جلد ۳، ۵۵۸، جلد ۴، ۸۷۴، جلد ۵، ۹۷۴، جلد ۶، ۲۱۴، جلد ۷، ۳۴۸،

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: ڈاکٹر عبدالحیٔ ابڑو، اسلام آباد

اللہ تعالیٰ نے آقائے دو جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ''اسوۂ حسنہ'' قرار دیا ہے، اور یہ ہر باشعور مؤمن کی دلی خواہش رہی ہے کہ اس کے لیل و نہار آقائے دو جہاں ﷺ کے طرزِ معاشرت کی پیروی میں گزریں، اس کا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، لین دین، میل ملاقات، شادی بیاہ اور اپنے پروردگار سے رشتہ وتعلق سب کچھ اسی اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو، اللہ کے بعض نیک بندوں نے ہر دور میں اپنے قلم اور عمل سے اس اسوۂ حسنہ کی تصویریں پیش کی ہیں، عام ذخیرۂ احادیث میں جہاں اس کی جھلکیاں موجود ہیں، وہیں ''شمائلِ رسول ﷺ'' تدوین حدیث کی ایک الگ صنف بن گئی ہے، متعدد محدثین نے شمائل پر احادیث یک جا کی ہیں، یا ان کی تشریح وتوضیح کے لئے قلم اٹھایا ہے، برصغیر کے اہل علم ودانش نے مقامی زبانوں اور بالخصوص اردو میں شمائل پر جو متعدد تالیفات مرتب کی ہیں، ان میں سے تازہ ترین کاوش مفتی محمد ارشاد قاسمی کی زیر نظر تالیف ہے، مفتی صاحب مدرسہ ریاض العلوم، گورینی (جون پور، اتر پردیش) میں حدیث کے استاد ہیں انھوں نے کوشش کی ہے کہ آقائے

دو جہاں ﷺ کی "پیاری پیاری سنتیں" اس طرح یک جا کر دی جائیں کہ انہوں پڑھ کر مؤمنین کے دلوں میں پیروی کی خواہش اور شوق پیدا ہو جائے، کتاب کی رفتارِ اشاعت اور مختلف جلدوں پر متعدد بزرگوں کی تقاریظ دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ جنابِ مؤلف کی کاوش کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

پہلی جلد میں "کھانے پینے، لباس، نیند و بیداری، خواب اور امورِ زینت کے متعلق (آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے) پاکیزہ حالات کا مفصل بیان ہے۔ (جلد اول/ص ۳۵) دوسری جلد میں "آپ ﷺ کے معاملات خرید و فروخت، ہدیہ، قرض، گھوڑے اونٹ بکری پالنے اور آپ ﷺ کی سواری اور سفر کے متعلق سنن و عادات اور اقوال و تعلیمات کا مفصل ذکر ہے"۔ (ص ۱۷) تیسری جلد آپ ﷺ کے مکارمِ اخلاق سے متعلق ہے، اس جلد کے آغاز میں اخلاق سے متعلق ایسی احادیث یک جا کی گئی ہیں جن میں مکارم کی تاکید اور ان کے متنوع فضائل اور ترغیبات کا ذکر ہے، چوتھی جلد میں آپ ﷺ کے "جسمانی احوال و صفات اور پاکیزہ خصائل و شمائل بسط و تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔ (ص ۲۴) پانچویں جلد میں "طہارت، مسواک، وضو، غسل، تیمّم، مسح، مسجد، اذان اور نماز کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل کا تذکرہ یک جا کیا گیا ہے"۔ (ص ۲۸) چھٹی جلد میں آقائے دو جہاں ﷺ کی "نماز کی مکمل تصویر اور اس کے تفصیلی نقشے کو سنن و آثار کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے"۔ (ص ۲۱) ساتویں اور تا حال آخری جلد بھی نماز ہی سے متعلق ہے، اور اس میں آقائے دو جہاں ﷺ کی "صلوٰۃ اللیل، نماز تہجد، تراویح، وتر، اشراق، چاشت، تحیۃ الوضو و المسجد، نماز استخارہ، صلوٰۃ التسبیح، نماز کسوف و خسوف و استسقا، نماز جمعہ، نماز عید و بقر عید و نماز سفر" کے متعلق احادیث و آثار کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ آئندہ جلدوں میں جناب مؤلف نمازِ جنازہ، زکوٰۃ، روزہ، رویت ہلال اور اعتکاف وغیرہ کے بارے میں شمائل نبوی ﷺ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

جناب مؤلف نے کتاب کے انداز ترتیب و تالیف کے بارے میں لکھا ہے:

> مؤلف نے التزام کیا ہے کہ شمائل کے متعلق حدیث اور سیرت وغیرہ کی کتب معتبرہ میں جو مضامین مذکور ہیں بالاستیعاب آجائیں، حتی الوسع سنن کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہ جائے، نیز ہر باب کے متعلق صحیح، حسن، ضعیف جو روایتیں مل سکی ہیں، لی گئی ہیں جیسا کہ اصحابِ سیر و شمائل کا طریقہ رہا ہے، البتہ واہی اور موضوع سے گریز کیا گیا ہے، تاہم ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی گرفت کا لحاظ نہیں کیا گیا

ہے۔(ج ۱،ص ۳۳)

صحیح احادیث کے ساتھ ضعیف احادیث سے استفادے کو اس لئے جائز قرار دیا گیا ہے کہ ''محدثین وفقہا وغیرہ نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا فضائل وترغیب وترہیب میں جائز اور مستحب ہے، تاوقتیکہ موضوع نہ ہو''۔(ج ۱،ص ۵۲) چنانچہ جناب مؤلف نے کتاب میں ضعیف احادیث کی اچھی خاصی تعداد شامل کرلی ہے، مگر ان کے ضعف کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا، ہماری محدود معلومات کی حد تک جن بزرگوں نے ترغیب وترہیب کے لئے ضعیف اقوال سے استناد کو جائز قرار دیا ہے، ان میں سے بھی محتاط بزرگ اس پر زور دیتے رہے ہیں کہ ضعیف حدیث بیان کرتے ہوئے اس کی استنادی حیثیت واضح کردی جائے، نیز ان ضعیف احادیث میں بھی اخذ وانتخاب کیا جائے۔ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث بیان کرتے ہوئے خیال رکھا جائے کہ ضعف شدید نہ ہو، راوی کذاب یا متہم بالکذب نہ ہو، روایت میں فحش غلطیاں نہ کرتا ہو، نیز حدیث کا موضوع عمومی اصول اور قاعدہ کلیے سے متصادم نہ ہو۔

یہ بھی واضح رہے کہ امام بخاری، امام مسلم، یحییٰ بن معین، ابن حزم، قاضی ابوبکر ابن العربی، ابوشامہ، ابن تیمیہ اور ابن قیم جیسے بزرگ (جنہیں حدیث میں تلبیس وتدلیس کرنے والوں سے سابقہ پڑا، اور ان کے ذریعے پیدا ہونے والے بگاڑ سے آگاہی ہوئی) ضعیف حدیث پر عمل کی بنیاد رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے، اور یہ سب کچھ ان بزرگوں کے آثار میں موجود ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ ضعیف احادیث کی روایت میں افراط سے دین کا توازن متاثر ہوا ہے۔

جناب مؤلف نے ہر جلد کے آغاز میں جہاں متعلقہ جلد کے محتویات پر گفتگو کی ہے، وہیں ''شمائل کبریٰ'' کے اس وصف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کتاب اپنے موضوع پر ''نہایت ہی جامع اور مکمل'' ہو، غالبًا یہی جامعیت اور کاملیت انہیں مجبور کرتی رہی ہے کہ قرآن مجید اور صحاح ستہ کی احادیث کے ساتھ ضعیف روایات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اگر وہ صرف صحیح اور حسن احادیث پر مشتمل شمائل نبویہ کا مستند مجموعہ تیار کرتے، چاہے وہ ضعیف احادیث کے بغیر اتنا جامع اور مکمل نہ بھی ہوتا، تو موجودہ دورِ فتن میں زیادہ موزوں رہتا، اب جب کہ شمائل کبریٰ پر کام آگے بڑھ رہا ہے اور مقبول بھی ہو رہا ہے، تو جناب مؤلف سے کم از کم یہ توقع رکھنا غلط نہ ہوگا کہ اسنادِ حدیث کی حیثیت سے وہ احادیث بیان کرتے ہوئے ان کا درجہ استناد بتاتے چلے جائیں۔

جہاں تک جناب مؤلف کی محنت اور استقصا کا تعلق ہے، وہ مبارک باد کے مستحق ہیں، البتہ بعض

جگہ احادیث وآثار کے بیان میں تکرار پایا جاتا ہے، نیز مشکوٰۃ المصابیح، کنز العمال یا سیرت الشامی جیسے ثانوی مراجع سے استفادہ چنداں مناسب نظر نہیں آتا، جب کہ اول الذکر دو کتابیں مستند مجموعہ ہائے احادیث کا انتخاب ہیں، اور سیرت الشامی میں ہر طرح کی رطب و یابس روایات جمع کر دی گئی ہیں، زبان و بیان میں سلاست اور بالخصوص آقائے دوجہاں ﷺ کی ذاتِ گرامی سے الفت ومحبت کا اظہار از حد دل کش ہے۔

زمزم پبلشرز کے کارپرداز پروف خوانی پر خاصی توجہ دیتے ہیں، تاہم اگر پہلے ایک دو پروف پڑھے جاتے ہیں تو ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک اور پروف کا اضافہ کر لیا جائے، بالخصوص عربی عبارات زیادہ توجہ چاہتی ہیں۔ السیرہ کے صفحات اس بات کے متحمل نہیں کہ پروف کی جملہ اغلاط کی ایک ایک کر کے نشان دہی کی جائے، کتاب کی طباعت عمومی دینی کتابوں کے مروجہ معیار سے بہتر ہے۔

نام کتاب: شرح شمائل ترمذی

مؤلف: مولانا عبدالقیوم حقانی

صفحات: جلد اول ۶۳۸، ج دوم ۵۸۲

قیمت: درج نہیں۔

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ، سرحد

تبصرہ نگار: سید عزیز الرحمٰن، (کراچی)

سیرت طیبہ میں شمائل نبوی ایسا موضوع ہے جو خصوصیت کے ساتھ سیرت نگاروں کی توجہ کا مرکز رہا ہے، پھر شمائل کے موضوع پر لکھی گئی کتب میں ابتدا ہی سے شمائل ترمذی کو جو اہمیت اور مقام حاصل رہا ہے وہ بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں، شمائل ترمذی کی مقبولیت پر مدارس دینیہ کے نصاب میں اس کی شمولیت کے سبب اس کا شمار ان مخدوم کتب میں ہوتا ہے جن کی کثرت سے شرحیں لکھی گئی ہیں، اور جن پر کام کرنا اہل قلم کے لئے ہمیشہ باعث اعزاز وافتخار رہا ہے۔

شمائل ترمذی کی لکھی گئی شرح کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ وہ شروحات جو درسی ضرورتوں کی تکمیل کی غرض سے تحریر کی گئی ہیں۔

۲۔ وہ شروح جن کی تحریر وترتیب درسی اغراض سے ہٹ کر کی گئی ہے۔

زیر نظر شرح پہلی قسم سے تعلق رکھتی ہے، فاضل مؤلف چوں کہ عرصے سے تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس سے وابستہ ہیں، اس لئے اس میں عالمانہ اسلوب اور درسی خصوصیات دونوں ہی نظر آتی ہیں، اور شاید اسی بنا پر بعض ادق اور خالص عالمانہ مگر درسی اسلوب کے مباحث بھی اس میں شامل ہیں، مثال کے طور پر ابتدا میں بسملہ سے کتاب کے آغاز کی بحث، اور اس کے فوراً بعد الحمد للہ کی بحث۔

کتاب میں احادیث کا مفہوم، متعلقہ مباحث، ابواب کا ربط، الفاظ حدیث کی شرح، روایات حدیث کا مختصر تذکرہ، سند کی بحث اور بعض مقامات پر اس کی خصوصیات، بیان حکمت وغیرہ سب ہی کچھ موجود ہے۔

اس شرح کی چند خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ شمائل ترمذی کی ہر حدیث کا متن بمع سند درج کر کے اس پر اعراب لگایا گیا ہے۔ اگر چہ بعض مقامات پر اعرب درست طور پر نہیں لگ سکے، لیکن ایسے مقامات کم ہیں۔

۲۔ متن حدیث کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

۳۔ روایات حدیث کا مختصر احوال اور سند کے متعلقات کو بھی اکثر ضبط کیا گیا ہے۔

۴۔ مشکل الفاظ کے معانی اور مفاہیم بھی متعین کئے گئے ہیں۔

۵۔ جہاں الفاظ حدیث بظاہر متعارض معلوم ہوتے ہیں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

۶۔ جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

۷۔ ذیلی عنوانات قائم کر کے مباحث کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے، تا کہ استفادہ سہل ہو سکے۔

۸۔ ابواب کے باہمی ربط کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

۹۔ بعض مقامات پر متعلقہ حدیث سے استنباط مسائل کی جانب بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

اس لحاظ سے یہ شرح اہم اور درسی ضرورتوں کی تکمیل کرتی ہے۔

دوران مطالعہ چند باتیں سامنے آئیں، جنہیں اس غرض سے ذکر کیا جا رہا ہے کہ اگر مناسب سمجھا جائے تو آئندہ ایڈیشن میں انہیں بھی ملحوظ رکھا جائے، مثلاً

۱۔ اکثر مقامات پر متن کے علاوہ جو عربی عبارتیں دی گئی ہیں۔ ان کے اردو ترجمے کا التزام نہیں کیا گیا، جس سے عام قاری کے لئے استفادہ مشکل ہو جاتا ہے۔

۲۔ فہرست عنوانات آخر میں دی گئی ہے، بہتر ہوگا کہ اسے رجحان کے مطابق آغاز میں دے دیا

جائے۔

۳۔ کتب سیرت میں بہت سی کمزور باتیں موجود ہیں، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انتساب محل نظر ہے، ایسی روایات المواہب اللدنیہ، شرح زرقانی، الشفا، قاضی عیاض میں بہ کثرت موجود ہیں، جن سے اس شرح میں بہ کثرت استفادہ کیا گیا ہے، بہتر ہوگا کہ ان کی روایات کو بیان کرتے ہوئے ان کی استنادی حیثیت کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

۴۔ حوالہ جات دینے کا التزام کیا جائے، جو دیئے گئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔

۵۔ بہت سے مقامات پر ثانوی ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مجموعی طور پر کتاب قابل استفادہ اور درسی ضرورت کو پورا کرتی ہے، اور طباعت و کاغذ عام رجحان کے مطابق ہے۔

نام کتاب: بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں (ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں)

تحقیق: ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے

ناشر: دارالکتاب، اردو بازار، لاہور

صفحات: ۱۲۰

قیمت: ۶۰/روپے

تبصرہ نگار: محمد احمد حافظ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی بعثت کے بارے میں دنیا کی بیشتر قدیم کتب مقدسہ میں ذکر موجود ہے، وقتاً فوقتاً ایسی تحقیقات سامنے آتی رہتی ہیں، جو اہل علم کے لئے راحت قلب ونظر کا سامان کرتی ہیں، زیر تبصرہ کتاب ڈاکٹر وید پرکاش اپادھیائے کی تحقیق کا نچوڑ ہے جو انہوں نے اپنے دھرم کی مقدس کتابوں کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد پیش کیا۔

اصلاً یہ دو کتابوں کا مجموعہ ہے، اول الذکر کا نام، نراسنش اور انتم رشی (محمد بحثیت خاتم النبیین) ثانی الذکر کا نام: کلکی اوتار اور حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، یہ دونوں کتابچے ہندی میں تھے، جن کا انگریزی ترجمہ انڈونیشیا کے ایک ناشر نے چھاپ دیا ہے، زیر تبصرہ کتاب جناب محمد ایوب

انصاری کے ترجمے پر مشتمل ہے، جس کی ''مناسب حال درستگی'' جناب ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری (حال مقیم امریکا) نے کی ہے، ہمیں حیرت ہے کہ کتاب کے بیرونی اور اندرونی ٹائٹیل پر بطور مرتب و مدون ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری کا نام درج ہے، لیکن اصل مصنف اور مترجم کا نام نہیں، اس فرد گذاشت کا تدارک ضروری ہے۔

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے الہ آباد کی ایک تحصیل منجھن پور کے قصبے برہم پور میں پیدا ہوئے، ان خاندان میں پہلے سے پڑھنے لکھنے کا ذوق تھا جو قدرتی طور پر پنڈت وید پرکاش صاحب میں بھی منتقل ہوا، پنڈت صاحب سے مختلف تعلیمی منازل طے کرتے ہوئے کئی انعام بھی حاصل کئے، زیر تبصرہ کتاب ان کی علمی جستجو کی ہی گواہی نہیں دیتی بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت کا ثبوت بھی مہیا کرتی ہے، مناسب کاغذ پر شائع کی گئی۔ یہ کتاب ایک اہم ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

رحمانیہ
سوئیٹس اینڈ ڈیری
REHMANIA SWEETS & DAiRY
بالمقابل فردوس سینما، ٹھنڈی سڑک۔ حیدرآباد،
فون: 780868

تعارف کتب سیرت طیبہ

ادارہ

نام کتاب: تاریخ اسلام (سادہ اور رنگین تصاویر کے ساتھ)

تالیف: حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ

عنوانات وحواشی اور نظر ثانی: حافظ تنویر احمد شریفی

صفحات: ۶۸۰

قیمت: ۳۰۰/روپے

ناشر: مکتبہ اسعدیہ، کراچی

تعارف: سیرت طیبہ پر ایک قدیم کتاب جو عنوانات اور حواشی کے اضافے اور نظر ثانی کے ساتھ دوبارہ عمدہ معیار پر شائع ہوئی ہے۔

نام کتاب: سرور دو عالم ﷺ

مؤلف: فضل کریم خاں درانی

صفحات: ۱۳۶

قیمت: ۹۰/روپے

اہتمام: درانی فاؤنڈیشن، کراچی

تعارف: قادیانیت سے تائب فضل کریم خاں درانی کی سیرت طیبہ پر بیانیہ اسلوب میں ایک عمدہ کتاب، جو بیت الحکمت، لاہور کے اشتراک سے شائع ہوئی ہے۔

نام کتاب: بدر الکبریٰ

مصنف: ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی

مترجم: حافظ محمد ابراہیم فیضی

صفحات: ۲۹۷

ناشر: خادم علی شاہ بخاری فاؤنڈیشن کراچی (پاکستان)

تعارف: غزوۂ بدر کے حوالے سے شیخ محمد عبدہٗ یمانی کی معروف کتاب بدر الکبریٰ المدینة و الغزوة کا سلیس، بامحاورہ اور مکمل ترجمہ۔

نام کتاب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مثالی شوہر

مؤلف: پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

صفحات: ۱۶۶

قیمت: ۱۰۰/روپے

ناشر: شیخ زاید اسلامی مرکز، جامعہ پنجاب، لاہور

تعارف: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کے حوالے سے معلومات کا اہم مجموعہ، جس میں ازواج مطہرات کے مقام اور تعدد ازواج کے مسئلے پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

نام کتاب: معارف اسم محمد ﷺ

مؤلف: مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

صفحات: ۲۰۰

قیمت: ۹۰/روپے

ناشر: دار الکتاب، کتاب مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور،

تعارف: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے فیوض و برکات اور نکات و کمالات کا مجموعہ۔

نام کتاب: خانگی زندگی اور اسوۂ حسنہ

مؤلف: سید عزیز الرحمٰن

صفحات: ۴۸

قیمت: ۲۰

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی

تعارف: انسان کے خاندانی معاملات اور قریبی رشتوں سے اس کے تعلقات کی نوعیت کے بارے میں اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ہدایات۔

نام کتاب: تجارت کے اصول، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مؤلف: سید عزیز الرحمٰن

صفحات: ۶۴

قیمت: ۲۲

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی

تعارف: اسلامی تجارت کے نمایاں اصول وضوابط قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔

نام کتاب: مزدوروں کے حقوق وفرائض، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مؤلف: سید عزیز الرحمٰن

صفحات: ۴۸

قیمت: ۲۰

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی

تعارف: مزدوروں کے حقوق وفرائض قرآن وسنت کی روشنی میں علیحدہ علیحدہ بیان کئے گئے ہیں۔

نام کتاب: الاضواء (سیرت نمبر)

مدیرہ: پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

صفحات: ۳۳۸

قیمت: ۱۵۰؍روپے

ناشر: شیخ زاید اسلامی مرکز، جامعہ پنجاب، لاہور

تعارف: سیرت طیبہ پر مشتمل مختلف اہل علم اور اہل قلم کی نئی اور پرانی تحریروں کا عمدہ مجموعہ

نام کتاب: اذکار النبی ﷺ (سندھی)

مؤلف: سید گل محمد شاہ بخاری

صفحات: ۶۲۷

قیمت: ۱۹۰

ناشر: مہران اکیڈمی، شکار پور

تعارف: نبوی دعاؤں، اذکار، درود وغیرہ کا مجموعہ، عربی متن، سندھی ترجمے اور حوالوں کے ساتھ۔

ماہنامہ **مسیحائی** کراچی

سیرت رسول ﷺ نمبر

مدیر برائے اشاعت خاص: حافظ سید عزیز الرحمٰن

صفحات ۱۷۶۔ قیمت ۱۲۵؍روپے

اس شمارے میں لکھنے والے بعض اہل قلم،

مولانا سید زوار حسین شاہؒ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مفتی محمد تقی عثمانی، مفتی محمد مظہر بقا، ڈاکٹر محمود احمد غازی، پروفیسر سید محمد سلیمؒ، حضرت مولانا مفتی غلام قادر، ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، سید فضل الرحمٰن، ڈاکٹر خالد علوی، ڈاکٹر نثار احمد، ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، سید عزیز الرحمٰن،

رابطے کے لئے: **زوار اکیڈمی پبلی کیشنز**